# اعلیحضرت کا فقہی مقام

Jamia Naqshbandia
-ul-Aloom
Abad Kadhala

از

فاضلِ شہیر مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری

فرید بُک سٹال

۴۰ اردو بازار
لاہور ۲

Marfat.com

Marfat.com

# اعلیحضرت کا فقہی مقام

از

فاضلِ شہیر مولانا عبدالحکیم خان اختر شاہجہان پوری

فرید بک سٹال

۴۰ اردو بازار
لاہور-۲

Marfat.com

نام کتاب : ـــــــــــــــ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام

نام مصنّف : ـــــــــــــــ اختر شاہجہان پوری

مطبع : ـــــــــــــــ عالمین پریس لاہور

پروف ریڈنگ : ـــــــــــــــ اختر شاہجہان پوری

اشاعت بارِ اوّل : ـــــــــــــــ ۱۹۷۱ء

اشاعت باردوم : ـــــــــــــــ ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء

قیمت : ـــــــــــــــ Rs 36.00 روپے

Marfat.com

Jamia Naqshbandia
K. Bustan-ul-Aloom
Mohd Abad Kadhala (A.)

# انتساب

مرشدی و مولائی حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی

مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء

کے نام

اختر شاہجہان پوری مظہری

Marfat.com

# فہرست


| عنوانات | صفحہ نمبر | عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|
| عرض حال (از محمد عارف رضوی) | 5 | الطلبۃ البدیعہ | ۱۵۵ |
| پیش لفظ (از مفتی غلام معین الدین نعیمی) | ۹ | مسئلہ لمعہ | ۱۵۸ |
| سخن ہائے گفتنی (مولانا ارشد القادری) | ۱۳ | تحقیق رقت و سیلان | ۱۶۰ |
| اور حافظ محمد شعبان (۳۱) تمہید | ۵۶ | اظہار حقیقت | ۱۶۳ |
| اعلیحضرت اپنی تصانیف کی روشنی میں | ۷۷ | مخالفین کا اعتراف عظمت | ۱۶۴ |
| مسئلہ تقبیل ابہامین | ۸۰ | تھانوی صاحب کے بیانات | ۱۶۵ |
| مسئلہ سماع موتی | ۸۹ | مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی کی رائے | ۱۶۶ |
| مسئلہ جمع بین الصلوٰتین | ۹۳ | جماعت اسلامی کے ایک نائب امیر کی رائے | ۱۶۷ |
| نوٹ کے مسائل | ۹۹ | ماہنامہ "معارف" کا تبصرہ | ۱۶۷ |
| تیمم کی تعریف و ماہیت شرعیہ | ۱۱۰ | فیض رضا پائندہ باد (منقبت) | ۱۷۱ |
| مسئلہ امکان کذب | ۱۱۴ | نذر عقیدت | ۱۷۳ |
| فقیہ کا مقام | ۱۳۵ | قطعات تاریخ | ۱۷۵ |
| مسئلہ۔ کتا نجس عین ہے یا نہیں؟ | ۱۴۱ | اختر شاہجہان پوری کی تصانیف | ۱۷۷ |
| مسئلہ۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم | ۱۴۶ | | |
| قوانین العلماء | ۱۵۱ | | |


Marfat.com

# عرض حال

امام اہل سنت اعلیحضرت مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ ایک نادر روزگار عالم دین تھے۔ قدرت کی فیاضی سے انہیں علم فقہ میں جو مقام و مرتبہ اور کمال ودیعت ہوا تھا وہ بہت کم علماء کو حاصل ہوا ہے اور یہ مسلمہ امر ہے کہ ان کے معاصرین میں ان کا کوئی سہیم و نظیر نہ تھا۔ اعلیٰ حضرت کے مخالف مولفِ نزہتہ الخواطر نے اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔ یندر نظیرہٗ فی عصرہٖ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی وجزئیاتہٗ یشھد بذالک مجموع فتاواہ وکتابہ کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم، الذی الفہ فی مکۃ سنۃ ثلاث وعشرین وثلاث مأۃ والف۔[1]

مگر صد افسوس کہ اپنوں نے اعلیحضرت فاضل بریلوی کے علمی مقام اور ان کی ملی خدمات سے دنیا کو متعارف کرانے کی قطعاً کوشش نہیں کی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان کی سینکڑوں بلند پایہ تصانیف ہنوز زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر نہ آسکیں۔

ان حالات کے پیش نظر احقر نے بعض مخلص احباب کے تعاون سے ایک ادارہ بنام "مرکزی مجلسِ رضا" قائم کیا جس کے قیام کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ فاضل بریلوی قدس سرہ کے کمالات علمیہ اور خدماتِ دینیہ وملیہ سے عوام وخواص اور ہر مخالف وموافق کو صحیح طور پر متعارف کرایا جائے اور صحیح العقیدہ اہلِ علم حضرات جو وقت کی اہم ضرورت کو فراموش کیے ہوئے ہیں، انہیں اعلیحضرت پر کام کرنے کے لیے متوجہ کیا جائے۔

---

[1] نزہتہ الخواطر جلد ہشتم از مولانا عبدالحی باضافات مولانا ابوالحسن علی ندوی ص۴۱

Marfat.com

اس عظیم مقصد کے پیش نظر "مرکزی مجلس رضا لاہور" نے ۱۰ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ کو سطور ذیل پر مشتمل ایک مطبوعہ مراسلہ سینکڑوں کی تعداد میں علماء کرام کی خدمت میں ارسال کیا:۔

گزارش ہے کہ اراکین "مرکزی مجلس رضا لاہور" نے امام اہل سنت مولانا مفتی شاہ محمد احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ العزیز پر علماء کرام سے انعامی مضامین لکھوانے کا فیصلہ کیا ہے اور طے پایا ہے کہ اوّل، دوم اور سوم قرار دیے جانے والے مضامین پر بالترتیب سو، پچاس اور پچیس روپے کے نقد انعامات پیش کیے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

درج بالا مراسلے کا مضمون مختلف اخبار و رسائل میں بھی شائع کرایا گیا اور اس تحریر کا نتیجہ نہایت حوصلہ افزا برآمد ہوا۔ مختلف علماء کرام نے اس موضوع پر نہایت قابلِ قدر مضامین سپردِ قلم فرما کر ہمیں بھیجے۔ جملہ موصولہ مضامین کو علماء کرام کے ایک بورڈ نے ملاحظہ کیا اور متفقہ طور پر حضرت مولانا ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی (بہاول پور) کے مقالہ کو اوّل قرار دیا اور فاضل محترم جناب عبد الحکیم خاں اختر شاہجہانپوری اور حضرت مولانا مفتی سید شجاعت علی (کراچی) کے مقالات کو بالترتیب درجہ دوم و سوم میں شمار کیا۔ حسبِ اعلان مضمون نگار اصحاب کی خدمت میں نذرانے پیش کر دیے گئے۔ علاوہ بریں آٹھ حضرات کی خدمت میں حوصلہ افزائی اور قدر دانی کے طور پر تیسرا انعام پیش کر دیا گیا۔ مذکورہ تینوں منتخب مضامین میں سے حضرت مفتی شجاعت علی مدظلہ کا مضمون اس کی جامعیت کے پیش نظر فتاویٰ رضویہ (کتاب النکاح) کے شروع میں بطور دیباچہ شامل کر دیا گیا ہے۔ حضرت مولانا فیض احمد کا مقالہ "انوارِ رضا" کی زینت بنے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت اختر شاہجہان پوری کا مقالہ پیشِ خدمت ہے "اعلیحضرت کے فقہی مقام" پر جتنے مضامین و مقالات مرکزی مجلس رضا کی تحویل میں ہیں انہیں بھی مناسب وقت پر شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی اور کسی صاحب کی محنت کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا جائیگا۔ انشاء اللہ

Marfat.com

احقر امید کرتا ہے کہ پیش نظر مقالہ اعلیحضرت کے فقہی مقام کو سمجھنے میں راہ نما ثابت ہوگا اور ان اہلِ علم وفضل وکمال میں اس موضوع پر لکھنے کی تحریک پیدا کرے گا جو یقیناً اس موضوع پر بہتر طور پر مبسوط کتابیں لکھ سکتے ہیں۔

جناب محترم اختر صاحب نے اپنے اس مقالے میں تفصیل کے ساتھ اعلیحضرت کے مخالف معاصر علماء کی فقاہت کا موازنہ کرکے دکھایا تھا کہ وہ علماء ان کے مقابلے میں بے حد کمزور تھے اور موصوف نے مسئلہ تکفیر پر بھی بحث کی تھی مگر میری درخواست پر انہوں نے اپنے مقالے سے یہ دونوں بحثیں حذف کردی ہیں۔ موازنہ ومقابلہ کی ضرورت اس لیے نہیں سمجھی کہ جب وہ خود اقراری ہیں کہ فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر گہری نظر رکھنے والا ان کے زمانے میں ملنا مشکل تھا تو ہمیں بلاضرورت مقالے کو طوالت نہیں دینی چاہیے۔ رہا مسئلہ تکفیر تو اس پر فاضل جلیل شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی اکاڑوی مدظلہ کا نہایت فاضلانہ مقالہ بغرضِ اشاعت موصول ہو چکا ہے۔ اس قیمتی مقالے کی اشاعت سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائیگا کہ اعلیحضرت نے جن عبارات کی بناء پر حکم تکفیر جاری کیا تھا وہ اسی کی مستحق تھیں اور اعلیحضرت نے شرعی فیصلہ صادر فرما کر اپنے فرض منصبی کو ادا کیا تھا۔ نیز ان لوگوں کی قلعی کھل جائے گی جو اعلیحضرت کے محب بن کر سکول اور کالج کے لڑکوں کو یہ باور کرانے کی مذموم سعی کر رہے ہیں کہ ان عبارتوں میں صرف احتمالِ کفر پایا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

"اعلیحضرت کا فقہی مقام" مجلس رضا کی تیسری پیش کش ہے۔ سب سے پہلے رسالہ تجلی المشکوٰۃ ۱۳۸۸ھ میں طبع کرکے بلاقیمت تقسیم کیا گیا۔ صفر ۱۳۹۱ھ میں محترم ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی کی نہایت تحقیقی تصنیف "فاضل بریلوی اور ترکِ موالات" طبع کرائی جو اہلِ علم حضرات میں بے حد مقبول ہوئی اور اس کی کاپیاں مدینہ طیبہ افغانستان، ایران، افریقہ، انگلستان اور فرانس کے اربابِ علم وفضل کی خدمت میں بھجوائی گئیں۔ محترم پروفیسر صاحب قبلہ کی اس کتاب پر اخبارات ورسائل نے شاندار تبصرے کیے۔

Marfat.com

چنانچہ یہ کتاب تین ماہ کی قلیل مدت میں ختم ہوگئی اور اس کا دوسرا ایڈیشن ضروری تصحیح اور تبصروں کے اضافے کے ساتھ منظرِ عام پر آچکا ہے۔ مجلس کی طرف سے یہ کتابیں ڈاک خرچ کے لیے ٹکٹ موصول ہونے پر ارسال کی گئیں اور اکثر اہلِ علم حضرات کی خدمت میں از خود بھجوا دی گئی ہیں۔

"مرکزی مجلسِ رضا" کے زیرِ اہتمام ہر سال اعلیحضرت کا یوم (عرس) بھی منایا جاتا ہے۔ اس سال یوم رضا پر پاکستان کے علاوہ بھارت، افغانستان، مدینہ طیبہ کے جلیل القدر علماء کرام، مشائخ عظام اور دانشوروں کے پیغامات بھی موصول ہوئے جو عنقریب "پیغامات یوم رضا" کے نام سے شائع کیے جائیں گے۔ انشاءاللہ۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ وہ اراکین ومعاونین "مرکزی مجلسِ رضا" کے لیے دعا فرمائیں کہ وہ امام اہل سنت کے علوم کی اشاعت زیادہ سے زیادہ کر سکیں اور اس عاشقِ رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علو مقام سے دنیا کو کماحقہٗ، متعارف کرا سکیں۔ یہ بھی گزارش ہے کہ ہمارے شائع کردہ رسائل میں اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں ضرور مطلع کیا جائے تاکہ اس کی تلافی کی جا سکے۔

**محمد عارف رضوی ضیائی**

صدر مرکزی مجلس رضا لاہور۔

۱۵ر شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ

Marfat.com

# پیش لفظ

از

## حضرت مولانا مفتی حکیم غلام معین الدین نعیمی مدظلہ[1] ....لاہور

**************

مبسملاً و محمداً و مصلیاً و مسلماً۔ اعلیحضرت امام اہل سنت مجدد مأتہ حاضرہ مفتی شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، دین برحق کے ایسے امام ہیں جن کے کمالات علم و عمل عرب و عجم میں اہل دین کے قلوب پر اپنا سکہ جما چکے ہیں۔ موجودہ صدی کے نصف تک عرب و عجم، ایشیا و افریقہ وغیرہ براعظموں کے دینی معاملات آستانہ رضویہ سے فیصل ہوتے رہے ہیں۔ آپ کا فتاویٰ حجم و تحقیق میں علمائے ماسبق کے مجموعاتِ فتاویٰ سے کہیں زیادہ ہے اور دیگر تصانیف و شروح کی تعداد تو ہزار کے لگ بھگ ہے۔

عزیز القدر مولانا اختر شاہجہان پوری مظہری نے (اللہ تعالےٰ ان کے علم و فہم میں اور زیادہ افزونی فرمائے) اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت پر زیر نظر مقالہ قلمبند فرمایا ہے۔ میں نے حرفاً حرفاً اسے پڑھا اور خوب لطف اٹھایا ہے۔ ماشاء اللہ خوب تحریر ہے اور حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات علمیہ میں سے عظیم الشان فقہی مقام کا تصور سلجھے ہوئے انداز میں پیش کیا ہے۔ اگرچہ صرف چند مسائل اور رسائل ہی سے فقاہت کی جھلک دکھائی ہے لیکن "مشتے نمونہ از خروارے" اپنے ذوقِ تحقیق اور حسنِ ترتیب کا خوب مظاہرہ کیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء

---

[1] افسوس کہ حضرت مفتی صاحب بتاریخ ۴ راگست ۱۹۷۱ء کو انتقال فرما گئے۔ رحمہ اللہ۔

Marfat.com

میرے استاد و مرشد سیدی حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ بحث اور قوتِ کلام کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا کہ :۔

آپ (یعنی اعلیٰحضرت) کا اندازِ بحث بالکل محققانہ ہے۔ منطقی مغالطات اور سفسطوں سے آپ کا کلام بالکل پاک ہوتا ہے۔ تدقیق اس قدر کہ علماء کو مطالب تک پہنچنے کے لیے بسا اوقات عرق ریزی اور جانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ احتمالاتِ مخالف کی تمام راہیں زبردست دلائل سے اوّل بند کردی جاتی ہیں۔ جس بحث میں قلم اٹھایا ہے ممکن نہیں کہ مخالف کو جائے دم زدن باقی رہی ہو۔ معاندانہ مکابرے اور سفیہانہ سب وشتم تو کسی علمی تحقیق کا جواب نہیں ہو سکتے اور اس کام کا انجام دینا ہر زبان دراز، عدیم المروت والحیا کو آسان بھی ہے مگر علمی معارک میں ہرزہ سرائی کیا بار پانے کے قابل ہے مگر نہ دیکھا گیا کہ محققانہ طور پر کسی شخص کو اس امام المتکلمین کے سامنے لب کشائی کی جراءت ہوئی ہو۔ (افاضات صدر الافاضل)

میرے یگانہ روزگار مرشد، علمائے معاصرین میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے لیکن وہ بھی اعلیٰحضرت کی بلند ترین فضیلتِ علمیہ کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں :۔

"فتاویٰ پر نظر ڈالنے والا اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے بہت سے علوم عطا فرمائے تھے جن سے آج دنیا کے ہاتھ خالی ہیں مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں ان کی وسعتِ معلومات، دقتِ نظر، علو مضامین بلندیٔ تحقیق، جودتِ کلام کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ باوصف اپنی بے بضاعتی کے اُن کے کمالات تک میرے ناقص فہم کو جتنی رسائی ہوئی ہے اور اُن کو جیسے الفاظ میں تعبیر کر سکتا ہوں وہ حاضر ہے، لیکن یہ اس امام جلیل کی رفعت ومنزلت کی پوری تصویر نہیں ہو سکتی، ایک خداداد نعمت تھی، ایک وہبی فیض تھا۔

Marfat.com

جس کو سمجھنے سے عقل حیران ہے۔" (افاضات صدر الافاضل)

## فقاہت

سیدی واستاذی حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ نے اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی فقاہت کے بارے میں "ولی را ولی می شناسد" کے طور پر فرمایا:۔

"علم فقہ میں جو تبحر و کمال حضرت ممدوح کو حاصل تھا اس کو عرب و عجم مشارق و مغارب کے علماء نے گردنیں جھکا کر تسلیم کیا۔ تفصیل تو اُن کے فتاویٰ دیکھنے پر موقوف ہے مگر اجمال کے ساتھ دو لفظوں میں یوں سمجھیے کہ موجودہ صدی میں دنیا بھر کا ایک مفتی تھا جس کی طرف تمام عالم کے حوادث و وقائع استفسار کے لیے رجوع کیے جاتے تھے۔ ایک قلم تھا جو دنیا بھر کو فقہ کے فیصلے دے رہا تھا وہی تمام بد مذہبوں کے جواب میں لکھتا تھا۔ اہل باطل کی تصانیف کے بالغ رد بھی کرتا تھا اور زمانہ بھر کے سوالوں کے جواب بھی دیتا تھا۔ اعلیحضرت کے مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ فقہ میں ان کا نظیر آنکھوں نے نہیں دیکھا۔" (افادات صدر الافاضل)

## علم حدیث و دیگر علوم

علم حدیث کے سلسلہ میں سیدی صدر الافاضل قدس سرہٗ نے فرمایا:۔

"علم حدیث میں بھی وہ (اعلیٰ حضرت) فرد تھے، اپنا ہمتا نہ رکھتے تھے علم رجال میں اُن کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ ایک ایک راوی کے حالات نوکِ زبان پر تھے اور معنی میں بحث، ناسخ و منسوخ کی تمیز، متعارضین کی توفیق۔ یہ تو ان کا خاص حصہ تھا۔۔۔۔ علم تفسیر و اصولِ فقہ و اصولِ حدیث و عقائد و کلام و ادب و عروض

Marfat.com

میں آپ اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور اگر آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو آج سے دو صدی قبل کے علماء کی جستجو کرنا پڑے گی۔ بہت سے علوم وہ ہیں جو آپ کے ساتھ ہی دفن ہو گئے اور آپ کے زمانہ میں کوئی ان علوم میں کامل تو کیا ناقص بھی نہ پایا گیا۔"

(افاضات صدر الافاضل)

مجھ جیسے ہیچمیرز کے لیے اس سے زیادہ دقیع و موثر الفاظ میں اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف و توصیف اور اظہارِ حقیقت کیسے ممکن ہے؛ علاوہ بریں حرمین طیبین اور دیگر بلادِ اسلامیہ کی یگانہ روزگار علمی ہستیوں نے اعلیحضرت قدس سرہٗ کو نابغہ روزگار اور عدیم النظیر محقق تسلیم کیا ہے۔ اس سے بھی قطع نظر اعلیحضرت کی جملہ تصانیف اور خصوصًا فتاوٰی رضویہ اس امر کی واضح شہادت دے رہا ہے کہ اس کا مصنف دقائق کا خزینہ، حقائق کا گنجینہ اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں منصب امامت پر فائز تھا۔

"مرکزی مجلسِ رضا لاہور" کے مخلص اراکین مستحق صد ستائش ہیں کہ وہ اس قیمتی مضمون کو شائع کر رہے ہیں۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ کے کمالات علمیہ کو احسن طریقے سے منظرِ عام پر لانے کا مذکورہ مجلس کے اراکین نے جو پروگرام بنایا ہے اس بصیرت افروز مقالے کی اشاعت بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مذکورہ مجلس تمام سنیوں کے خصوصی تعاون کی مستحق ہے تاکہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجددانہ کارناموں کو منظرِ عام پر لایا جا سکے جو وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

فقیر:۔ غلام معین الدین نعیمی ۔ مدیر پندرہ روزہ "سوادِ اعظم"

لاہور

Marfat.com

# سخن ہائے گفتنی

فقہ حنفی کا یہ کارنامہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ اس نے اقوام عجم کو اسلام سے متاثر کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض ملکوں میں تو اسلام کا سوادِ اعظم ہی حنفی مذہب کی بنیاد پر قائم ہے۔ بخصوصیت کے ساتھ ترکی، افغانستان، پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش کے تقریباً چالیس کروڑ مسلمانوں کے معاشرے پر حنفی مذہب کچھ اس طرح چھایا ہوا ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ بھی اُس کی گرفت سے آزاد نہیں ہے بلکہ ان ممالک پر کئی دور ایسے بھی گزرے ہیں جبکہ فقہ حنفی نے قانونِ وقت کی حیثیت سے پورے برصغیر پر حکومت کی ہے۔

فقہ حنفی حقیقت میں کتاب وسنت، عقل وبصیرت اور انسانی فطرت کے تقاضوں سے اتنا ہم آہنگ ہے کہ اس سے اختلاف کے لیے کسی کو آج تک کوئی معقول بنیاد نہیں مل سکی ہے۔ برصغیر میں غیر مقلد نام کا جو فرقہ آج حنفی مذہب کے حریف کی حیثیت سے کہیں کہیں نظر ہے اُس کا محرک علم واستدلال نہیں بلکہ سوءِ اعتقاد ہے، جس کی بنیاد اُن لوگوں نے کج فہمی، تنگ نظری اور ہٹ دھرمی پر رکھی ہوئی ہے۔

متحدہ ہندوستان کے اندر اس فرقے کی بنیاد رکھنے والوں میں جس ہستی کا نام سرِ فہرست آتا ہے وہ ہیں مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب (المتوفی ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) جو حنفی گھرانے میں پیدا ہوئے لیکن اس کے باوجود آج کے غیر مقلدین حضرات صرف اس لیے انہیں اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کی کتاب تقویۃ الایمان نے سلف صالحین، آئمہ مجتہدین اور بزرگانِ دین کے خلاف بداعتقادی کا سنگِ بنیاد رکھا ہے بلکہ عقیدۂ توحید ورسالت

Marfat.com

کو عز بود کرتے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔

غیر مقلدین حضرات نے تقویۃ الایمان کی رکھی ہوئی اسی بنیاد پر اپنے مذہب کی عمارت کھڑی کی اور حالات کی ستم ظریفی کہ اس قصرِ وہابیت کی تعمیر کے لیے سامانِ تعمیر اور راج مزدور فراہم کیے تو حضرات علماء دیوبند نے جو ایک جانب حنفیت کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف اسلامیانِ ہند کے خلاف وہابیت کے پاسبان بن کر علماء اہلِ حق سے برسرِ پیکار ہیں۔ ان حضرات نے اپنے روزِ اوّل ہی سے حق کو مٹاتے اور باطل کو چمکانے کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کی ہوئی ہیں۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی کی تقویۃ الایمان جس طرح غیر مقلدین حضرات کے یہاں ایک الہامی کتاب کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح دیوبندی حضرات کے پورے مذہبی لٹریچر کی بنیاد تقویۃ الایمان کی تصریحات پر ہے، جن کے بالمقابل آیات واحادیث بھی قابلِ تاویل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ان حضرات کا سارا مذہبی دائرہ تقویۃ الایمانی مرکز کے گرد گھومتا ہے۔

اس مرحلے پر آپ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ ان دونوں گروہوں کے درمیان قدرِ مشترک کیا ہے جبکہ ایک گروہ اپنے آپ کو حنفی کہتا ہے کہ غیر مقلدین کو گروہ خود کو اہلِ حدیث بتاتا ہے۔ میں عرض کروں گا کہ یہ سوال اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس سوال کے جواب سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ دیوبندیت اور غیر مقلدیت کا آپس میں رشتہ کیا ہے اور دیوبندی حضرات حنفیت کے دعوے میں کس حد تک سچے ہیں۔

مذکورہ سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ غیر مقلدیت کیا چیز ہے اور وہ اپنی نشو ونما کے لیے کس طرح کا ذہنی ماحول چاہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب وسنت کی تشریحات کے سلسلے میں آئمہ مجتہدین کی اصابت رائے پر اعتماد کو حرام اور کفر وشرک قرار دے کر اپنی رائے کی برتری کا عقیدہ رکھنا غیر مقلدیت کا اصل مفہوم ہے۔

Marfat.com

چونکہ اپنے اس مشرب میں ایک غیر مقلد مکمل طور پر تنہا اور اُمتِ مسلمہ کی چودہ سو سالہ روایات سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ یہیں سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ماضی کے عوام و خواص اور اُمت کے سوادِ اعظم کے ساتھ بے اعتقادی، بدگمانی اور بے تعلقی بھی غیر مقلدیت کے مفہوم میں داخل ہے۔

مذکورہ نکتہ سمجھ لینے کے بعد اب یہ معلوم کرنا آسان ہو گیا کہ غیر مقلدیت اپنی نشوونما کے لیے کس طرح کا ذہنی ماحول چاہتی ہے۔ ماضی کے بزرگوں اور اکابرِ اُمت کے ساتھ عقیدت، حسنِ اعتماد اور فکری و روحانی وابستگی کا ماحول غیر مقلدیت کے حق میں قطعاً سازگار نہیں ہے۔ اسے پنپنے اور پھلنے پھولنے کے لیے ذہن و فکر کا صرف وہی ماحول راس آسکتا ہے جہاں بزرگانِ دین کے خلاف بغاوت و سرکشی اور تحقیر و اہانت کا جذبہ جنم لے اور زیادہ سے زیادہ دلوں اور دماغوں میں سرایت کرتا جائے۔ جس ماحول میں ایسا جذبہ جنم ہی نہ لے سکے یا جنم لینے کے بعد باغیانہ ذہنوں کا سہارا نہ ملنے کے باعث زندہ در گور ہو جائے، ایسے ماحول اور مقامات میں غیر مقلدیت قطعاً بار نہیں پا سکتی۔

یہ پودا اگر وہاں لگا بھی دیا جائے

لیکن پروان ہرگز نہیں چڑھ سکتا۔ قارئین کرام ذرا ملاحظہ تو فرمائیں کہ تقویۃ الایمان اپنے قاری کو کس ذہن و فکر کا وارث بناتی ہے۔ ذرا اس عبارت کی تہ میں جھانک کر دیکھیے:

> "اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کوئی پاؤں کی رسموں کو سند پکڑتے ہیں۔ کوئی قصے بزرگوں کے دیکھتے ہیں۔ کوئی مولویوں کی باتیں کو جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالی ہیں سند پکڑتے ہیں، اور کوئی اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں"[1]

---

[1] محمد اسماعیل دہلوی، مولوی، تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۲۵، ۲۶۔

Marfat.com

علمائے امت اور بزرگانِ دین سے بدظن کرتے اور لاتعلق رہنے کے لیے علوم الناس سے موصوف نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ جب بزرگانِ دین کے واقعات کو رد کرتے اور علمائے اسلام کی تصریحات کو ٹھکرانے کا موصوف درس دے گئے تو یقیناً موصوف اپنے آپ کو بزرگوں اور عالموں میں تو شمار ہی نہیں کرتے ہوں گے ورنہ اُن کی تصریحات بھی اس عبارت کی رُو سے ٹھکرانے کے قابل ہو جائیں گی، لہٰذا مصنفِ تقویۃ الایمان کے معتقدین ہی کو معلوم ہوگا کہ دہلوی صاحب نے جتنی بھی مذہبی باتیں کہی یا لکھی ہیں وہ اپنے جن بھوت پری والے زمرے میں شامل ہو کر کہی ہیں یا ایسی ہستیوں کے علاوہ کسی اور ہی پُراسرار گروہ میں شمولیت فرمائی تھی؟ اب ذرا دوسری عبارت کے اندر اسی درس کا اعادہ ملاحظہ فرمائیے۔

"جو کوئی یہ آیت سن کر پھر یوں کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے کوئی نہیں سمجھ سکتا اور اُن کی راہ پر سوائے بزرگوں کے کوئی نہیں چل سکتا، سو اُس نے اس آیت کا انکار کیا[1]۔"

یہ بات تو تقویۃ الایمان پر غیر متزلزل ایمان رکھنے والے ہی جانتے ہوں گے کہ انہیں آج تک ایسے کتنے جہلاء ملے ہیں جو احادیثِ مطہرہ کے مفہوم و مطالب کو بخوبی جان لیتے ہیں اور انہیں علمائے دین سے اس بارے میں کسی قسم کی مدد لینے کی قطعاً ضرورت پیش نہیں آتی۔ یقیناً ایسے جہلاء ہوں گے تو ضرور لیکن ہمیں اپنی کوتاہ نظری کے باعث برملا یہ اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ ہمیں آج تک ایک بھی ایسا جاہل نظر نہیں آیا جو علماء کی مدد کے بغیر کسی ایک حدیث کو بھی سمجھ سکا ہو —— اب یہی بات تیسری عبارت کے اندر ملاحظہ فرمائیے۔

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اُسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا، یہ بھی اُنہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے

---

[1] ایضاً، ص ۲۷۔

Marfat.com

واسطے ٹھہرائی ہیں۔ پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اُس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔"[۱]

سابقہ عبارتوں میں تو بزرگانِ دین اور علمائے اسلام ہی سے لاتعلق رہنے اور اُن پر اعتماد نہ کرنے کا درس دیا گیا تھا لیکن تیسری عبارت کا ایٹمی حکم مخلوق کے ہر فرد کے متعلق ہے یعنی مخلوق میں سے اگر کسی کی راہ و رسم کو مانا یا اُس کے حکم کو سند سمجھا تو یہ قرآنِ کریم کی رُو سے دہلوی صاحب کے نزدیک شرک ہے۔ اس حقیقت کے اندر تو کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مخلوق ہیں۔ لہٰذا اس خطرناک عبارت کا مدعا اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو مسلمان پیغمبرِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ و رسم کو ماننا اور اُن کے حکم کو سند سمجھتا ہے وہ بھی مسلمان نہیں بلکہ مشرک ہے اور جو اُن کی راہ و رسم کو نہیں مانتا اور اُن کے حکم کو سند نہیں سمجھتا وہ صحیح العقیدہ مسلمان اور پکا موحد ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ فتنہ انکارِ حدیث پر کام کرنے والے حضرات تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو فراموش نہیں کریں گے۔

مصنفِ تقویۃ الایمان کے فکر کی یہ نیرنگی بھی قابلِ دید ہے کہ کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ انہوں نے ایک مسلمان کو مشرک اور ایک مشرک کو مسلمان قرار دے دیا ہے اور حقیقت کا چہرہ مسخ کرتے ہوئے ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کی۔ گویا اُن کے نزدیک خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا محض کہنے سننے کی بات تھی۔ بہر حال اگر منصبِ رسالت کے انکار کا نام ہی توحید پرستی ہے تو میں کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی اپنے دور کے سب سے بڑے توحید پرست تھے ــــــ لیکن نبیٔ آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُمتی اس ستم ظریفی کا شکوہ کس سے کریں کہ ایمانی حقائق کا یوں خون کر دینے کے

---

[۱] محمد اسماعیل دہلوی، مولوی: تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ص ۸۳۔

Marfat.com

باوجود بعض لوگ تقویۃ الایمان کے مصنف کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

جملۂ معترضہ کے طور پر یہ بات درمیان میں آگئی ورنہ عبارت پیش کرنے کا مدعا یہ تھا کہ جو کتاب اپنے قاری کے ذہن میں رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بھی وابستگی کا کوئی تصور پیدا نہیں ہونے دیتی وہ اُمت کے اکابر اور سلف صالحین کے ساتھ کسی طرح کا روحانی اور فکری تعلق بھلا کیونکر برداشت کر سکتی ہے؟ ــــ مجھے امید ہے کہ اس بحث سے قارئین نے علمار دیوبند اور غیر مقلد حضرات کے درمیان تقویۃ الایمان کے پیدا کردہ ذہن کی قدرِ مشترک کو سمجھ لیا ہوگا۔

نہایت حسرت و قلق کے ساتھ یہ حقیقت سپردِ قلم کر رہا ہوں کہ تقویۃ الایمان کے ذریعے ان دونوں گروہوں کے درمیان جو مذہبی اور فکری رابطہ وجود میں آیا اُس نے متحدہ ہندوستان میں حنفیت کو بہت نقصان پہنچایا۔ فکر و اعتقاد کا یہ باہمی ارتباط صرف علمی سطح تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کے عوامل مسلم معاشرے پر بُری طرح اثر انداز ہوئے چونکہ علمار دیوبند کی پیشانیوں پر حنفیت کا لیبل لگا ہوا تھا، اس لیے غیر مقلدین کے ساتھ ان کے فکری اور جماعتی اتحاد کے مظاہر کو دیکھ کر سادہ لوح عوام یہ سمجھ بیٹھے کہ احناف اور غیر مقلدین کے درمیان بھی اُسی طرح کا سطحی اور فروعی اختلاف ہوگا جیسا احناف و شوافع اور دیگر مذاہب اربعہ کے درمیان ہے۔

یہ بات صرف عوام کے سمجھنے تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ خود علمار دیوبند نے بھی عوام کو یہی سمجھانے کی کوشش کی کہ احناف (دیوبندی) اور غیر مقلدین عقائد میں متحد ہیں، اختلاف صرف فروعات میں ہے۔ جیسا کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء) نے فتاویٰ رشیدیہ کے اندر واضح لفظوں میں اس کی تصریح کی ہے۔ انہی اسباب و عوامل کے زیرِ اثر غیر مقلد نام کے ایک ایسے فرقے کو جو تقلید شخصی کو شرک سمجھتا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۵۰ھ) سے سوءِ اعتقاد رکھتا اور حنفی مذہب کو اباطیل کا مجموعہ

Marfat.com

شمار کرتا ہے، اپنے کتنے ہی روحِ اسلام کے منافی نظریات کے باوجود مسلم معاشرے میں داخل ہونے کا موقع ہاتھ آگیا۔

اللہ تعالیٰ اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرماتا رہے اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کی تربت پر جنھوں نے اپنے قلم حق رقم کے ذریعے متحدہ ہندوستان میں حنفی مذہب کے چمن کی آبیاری کا عدیم المثال فریضہ ادا کیا۔ فصلِ خزاں پر پہرہ بٹھایا، بہاروں سے پیمانِ وفا باندھا اور اُن تمام سازشوں کا پردہ چاک کیا جو تقویۃ الایمان کے اوراق کے زیرِ سایہ اہلِ دیوبند اور غیر مقلدین نے حنفیت کے خلاف بڑی رازداری سے پھیلائی ہوئی تھیں۔ اگر حنفیت کے دفاع و احیاء کے لیے امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا قلم حرکت میں نہ آیا ہوتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ آج پاک و ہند کے احناف کن حالات سے دوچار ہوتے۔

اللہ تعالیٰ اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور اُن کے اصحاب و اتباع پر اور سارے اُن فقہائے احناف پر جنھوں نے اپنے خونِ جگر سے تاریخ کے صفحات پر حنفی مذہب کی حقانیت اور برتری کے واضح نقوش ثبت فرمائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی مذہب مہذب پر تا زیست قائم رکھے اور ان بزرگوں کے ساتھ ہی ہمارا حشر و نشر فرمائے۔ آمین

محمد ارشد القادری عفا اللہ عنہ

سابق مدیر جام نور، جمشید پور

بھارت

Marfat.com

# سخن ہائے گفتنی

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الکَرِیْم

۱۹۶۶ء کے اوائل تک مرکزی مجلس رضا لاہور کے اندر صرف حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ تھے۔ یا محترم محمد عارف قادری رضوی ضیائی، اراکین مجلس کو کام کرنے والے اور سنی قلمکاروں کی اشد ضرورت تھی کہ مجلسِ رضا میں شامل ہوکر اس کام کو آگے بڑھائیں ان دنوں اگر دن میں چراغ لے کر بھی ڈھونڈتے تو سنی قلمکار اور مذہب اہل سنت وجماعت کے لیے بے لوث کام کرنے والا ملتا نہ تھا۔ جہانِ سنیّت پر سناٹا طاری تھا اور لاہور جیسے عظیم شہر کی فضائیں ایمان افروز صدائیں سننے کے لیے ترس رہی تھیں۔ اس ناامیدی کے عالم میں بھی یوں محسوس ہوتا تھا ؎

آثار بتاتے ہیں سحر ہو کے رہے گی۔

اپریل ۱۹۶۸ء کے اوائل میں حکیم صاحب موصوف کو مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) کی معرفت پتہ لگا کر لاہور ہی کے مضافات میں اختر شاہ جہان پوری نامی کوئی شخص رہتا ہے جو سنیت کا درد رکھنے والا اور صاحب قلم ہے پتہ معلوم کر کے ۱۳؍اپریل ۱۹۶۸ء کو حکیم صاحب نے ان کے نام خط لکھا اور چند روز میں دونوں حضرات کی ملاقات ہوگئی۔ اور پہلی ہی ملاقات میں مرکزی مجلسِ رضا لاہور کے اراکین کی تعداد تین ہوگئی۔ جیسے محمد عارف رضوی صاحب کو مجلسِ رضا کا صدر بنایا ہوا تھا

Marfat.com

ایسے ہی جناب اختر صاحب جنرل سیکریٹری بنا دیے گئے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اختر صاحب جب تک مجلس رضا میں رہے تو سارا علمی اور قلمی کام ماسوائے خطوط نویسی کے وہی کرتے تھے۔ اور خوب والہانہ انداز سے کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت پر جتنے مقالے انھوں نے دو تین سال کے اندر لکھ دیے تھے، اتنے جملہ اراکین مجلس رضا سے سولہ سالوں میں نہیں لکھے جا سکے۔ اچانک ۱۹۷۲ء میں اختر صاحب مجلسِ رضا سے علیحدہ ہو گئے۔ ان کے علیحدہ ہو جانے کی وجوہات کا مجھے آج تک پتہ نہیں لگ سکا ہے۔

بہر حال اس وقت سے آج تک اختر صاحب کو میں نے خوب قریب سے دیکھا ہے۔ اس دور میں ایسے درویش صفت، دین کا سچا درد رکھنے والے، قلمی میدان میں مشین کی طرح چلنے والے اور اپنی ساری صلاحیتیں اعلائے کلمۃ الحق کے لیے وقف کر دینے والے ڈھونڈھنے سے نہیں ملتے، مگر اختر صاحب کو تو میں نے ایسا ہی پایا ہے۔ بلکہ کیوں نہ یہ کہہ دوں کہ ان کا وجود بریلویوں پر قدرت کا انعام ہے جو ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی طرح اپنے پیرو مرشد، مفتی اعظم دہلی حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) کی قلمی میدان میں منہ بولتی کرامت ہیں حضرت قبلہ مفتی اعظم دہلی کا پاکستان کے سُنّیوں پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ قلمی میدان کے یہ دونوں شہسوار موصوف ہی کے علمی و روحانی فرزند ہیں۔ اور اپنے اپنے رنگ میں دونوں ہی لاجواب اور عدیم المثال ہیں۔

اختر صاحب کسی علمی یا روحانی گھرانے کے چشم و چراغ نہیں بلکہ وہ ایک صاحبِ دل زمیندار کے فرزند ہیں۔ اور اسی لحاظ سے وہ اپنے آپ کو خود رو پودا کہا کرتے ہیں ۱۹۶۲ء سے وہ پوری طرح قلمی میدان میں آئے، انتھک محنت اور خداداد صلاحیتوں کے باعث وہ اس دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کرتے چلے گئے۔ اور آج پاک و ہند کا شاید ہی کوئی صاحبِ علم سنی ہو گا جو قلمی کارناموں کی روشنی میں انھیں جانتا نہ ہو بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ ڈاکٹر محمد مسعود صاحب اور محترم اختر شاہ جہان پوری صاحب نے اپنے اپنے انداز میں سنی قلمکاروں کو

Marfat.com

کام کرنے کا ڈھنگ ، ولولہ ، شعور اور عشق دیا ہے ۔ دونوں کے قلمی کاموں کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پر آہی جاتا ہے ؎

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اختر صاحب مولدًا شاہجہان پوری ، ساکنًا لاہوری ، مسلکًا سنی حنفی اور مشربًا نقشبندی مجددی ہیں ۔ قلمی کام کی لگن نے ابتدا ہی سے انھیں گوشہ نشین رکھا ہے ۔ شہرت سے بہت بھاگتے ہیں اور شاید ہی کسی نے انھیں سٹیج پر دیکھا ہو ، گمنامی کی زندگی بسر کرنا ، قناعت کے سہارے جینا اور چند روزہ زندگی کو اعلائے کلمۃ الحق کے لیے وقف کیے رکھنا ہی ان کی سوانح حیات ہے ۔ جہاں اپنے مرشد گرامی قدر کی محبت اور پیروی کو وہ اپنا سرمایہ حیات شمار کرتے ہیں ۔ وہاں چودھویں صدی کے مجدد برحق امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) سے اس درجہ قلبی لگاؤ رکھتے ہیں کہ اس دور میں رضویت کی گویا سند بن چکے ہیں ۔

اپنی اس بائیس سالہ قلمی زندگی میں محترم اختر صاحب نے امام احمد رضا خاں بریلوی کے دفاع میں اور ان کے کارناموں کو اجاگر کرتے ہوئے جتنا کچھ لکھا ہے شاید کسی دوسرے کو اتنا میسر نہ آیا ہو ۔ ان کا محاسبہ و محاکمہ اتنا جاندار ہوتا ہے ۔ کہ کم از کم میرے علم میں یہ بات نہیں آئی کہ کوئی بدمذہب ان کی کسی تحریر کا جواب دے سکا ہو ۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے محترم اختر صاحب کی خدائے ذوالمنن نے اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا جو انھوں نے ان لفظوں میں کی تھی ۔ ؎

یا الٰہی کلکِ اختر کو بنا کلکِ رضاؔ
دشمنانِ دیں نہ یہ سمجھیں رضاؔ جاتا رہا

یہ خیال صرف اس ناچیز کے ذہن کی پیداوار ہی نہیں بلکہ کسی مبالغہ کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ جو بھی صاحب نظر اور منصف مزاج اختر شاہ جہان پوری کی سفارشات کو نظر غائر سے

Marfat.com

دیکھے گا اسے کلکِ اختر کے اندر ضرور کلکِ رضا کی جھلک نظر آئے گی جب موصوف کی مایۂ ناز تصنیف معارف رضا کتابت و تصحیح کے مراحل سے گذر کر زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے کے لیے سال ڈیڑھ سال ترستی رہی تو مصنف نے رضویت کی منہ بولتی تصویر یعنی حضرت مولانا اختر الحامدی الرضوی کے لیے لکھا۔ کہ ۱۹۷۵ء ختم ہونے کو ہے لہذا معارف رضا کے لیے چوتھا قطعہ تحریر فرما دیجیے جس میں سال طباعت ۱۹۷۶ء ہو انھوں نے جو قطعہ تاریخ ارسال فرمایا وہ احقر کی پوری پوری تائید کرتا ہے قطعہ یہ ہے۔

اختر ترے نثار ہے کیا سیرتِ رضا — عمرت دراز باد، دعا یہ خدا سے ہے
احمد رضا کا والا و شیدا نہ تو ہو کیوں — جب ان کو عشق سرورِ ہر دو سرا سے ہے
تجھ پر نگاہ لطفِ رضا کی ہے رات دن — یہ اوج علم و فضل انھیں کی عطا سے ہے
سر پر امامِ اہلِ قلم کا سجا ہے تاج — کیا شان، فضلِ حضرت غوث الوریٰ سے ہے
طرزِ بیاں میں کلکِ رضا کا ہے بانکپن — ظاہر یہ حسن تیرے قلم کی ادا سے ہے
جنگ آزما و برسرِ پیکار رات دن — تو دشمنانِ ذاتِ شہِ انبیاء سے ہے

تاریخ طبع میں ہے یہ اختر کا فیصلہ
توفیض یاب چشمۂ فیضِ رضا سے ہے

۱۹۷۶ء

## پذیرائی :—

محترم اختر شاہ جہان پوری ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۸ء تک مضامین لکھتے اور مذہب اہل سنت کی حقانیت کو اجاگر کرتے رہے۔ موصوف نے مضامین کے ذریعے اپنے قلم کی سحر کاری کا لوہا منوالیا۔ سنی رسائل و جرائد ان سے مضمون حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے اور حق پسندوں کو ان کے مضامین کا بے چینی سے انتظار رہتا تھا۔ ان چھ سالوں میں جب اختر صاحب نے اپنے قلم کے بانکپن کو پوری طرح دکھا دیا۔ تو تصنیف و تالیف کی جانب

Marfat.com

متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ سب سے پہلے امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لکھا اور اتنا لکھا کہ لکھتے ہی چلے گئے۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۲ء تک متواتر چار سال لکھنے کے بعد دیکھا تو ایک مقالے کے سوا شائع کچھ بھی نہ ہو سکا۔ شاید لکھنے کی یہی لگن تھی جس نے انھیں مجلس رضا سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

۱۹۷۲ء میں وہ مکتبہ حامدیہ گنج بخش روڈ لاہور کے قریب ہو گئے ان دنوں اہل سنت وجماعت کے لاہور جیسے عظیم شہر میں پانچ چھ مکتبے تھے۔ جو ناشر کم اور کتب فروش زیادہ تھے۔ اگر وہ کلکِ اختر کے بانکپن کو محسوس کر لیتے تو اہل سنت کا یہ مایہ ناز قلم کار آج عالمگیر شہرت اختیار کر جاتا۔ جس سے جہاں مسلک کو بہت فائدہ پہنچتا وہاں اختر صاحب کے قلمی کارنامے ان کے لیے بھی نفع بخش ثابت ہوتے اور سنیوں کے قلمی جمود کو توڑنے میں بڑی مدد ملتی۔

اختر صاحب کو جب یہ محسوس ہو گیا کہ سُنّی ناشرین کو اس بات کا قطعًا احساس نہیں ہے کہ وہ اپنے قلم کاروں کو منظر عام پر لائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں تو اس قلم کے دھنی اور قلمی میدان میں ثابت قدم رہنے والے نے اپنا بوجھ بہت ہی ہلکا کر لیا۔ اب تصانیف کو منظرِ عام پر لانے کی کوشش کرنے کے بجائے انھوں نے اہلسنت وجماعت کی شائع ہونے والی کتابوں پر دیباچے لکھنے شروع کر دیے۔ جتنی باتیں وہ ایک ضخیم کتاب کی صورت میں منظرِ عام پر لانا چاہتے تھے۔ انھیں دیباچے میں سمو دیتے جو بروقت شائع ہو جاتا اور اس طرح متعدد کتابوں پر دیباچے لکھتے ہی چلے گئے۔ اس طرح اہل سنت تک ان کی نگارشات پہنچتی رہیں۔ اور قلمی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا تو دوسری جانب ان کے چاہنے والوں کی تشنگی بھی دور ہوتی رہی۔ اختر صاحب کا یہ فیصلہ بڑا مناسب اور قابلِ داد تھا۔ یوں وہ منظرِ عام پر بھی آتے رہے اور تصنیف وتالیف میں شب وروز منہمک رہ کر اپنی قلمی تشنگی بھی بجھاتے رہے۔

Marfat.com

موصوف کے دیباچے جیسا کہ عرض کیا گیا ہے۔ مستقل تصانیف سے کسی طرح کم نہیں۔ ہر دیباچہ معلومات کا خزانہ ہے۔ ان سے قلمی کام کرنے والوں کو بڑی مدد ملتی ہے۔ انھوں نے سب سے پہلا دیباچہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مدظلہ خطیب مسجد داتا دربار لاہور کی کتاب مسلک امام ربانی پر لکھا۔ کتاب کے ساتھ جب یہ معلوماتی دیباچہ اپنے پورے بانکپن کے ساتھ منظر عام پر آیا۔ تو دیکھنے والے دنگ رہ گئے، اہل علم پھڑک اٹھے اور جو حضرات دوسرے کی تعریف کرنے میں انتہائی کنجوس واقع ہوئے ہیں۔ وہ بھی سراہنے پر مجبور ہو گئے چنانچہ انجمن رضائے مصطفےٰ اجنیوٹ کے ناظمِ اعلیٰ نے مولانا محمد انوار الاسلام قادری رضوی مدظلہ العالی کو دیباچے کے بارے میں اپنے تاثرات سے آگاہ کرتے ہوئے یکم ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۷۴ء کو خط لکھا اور تاثرات یوں سپردِ قلم کیے۔

"بندہ نے کتاب مسلک امام ربانی میں حضرت اختر شاہ جہان پوری مدظلہ کے تحریر کردہ پیش لفظ کا بغور مطالعہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ نے دورانِ مطالعہ یہی محسوس کیا کہ جناب اختر شاہ جہان پوری ہمارے صاحبِ طرز اور مایہ نازاہلِ قلم ہیں۔ آپ کا قلم بدمذہبوں کا کمال مہارت سے پوسٹ مارٹم کرتا ہے کیونکہ وہ پیغام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بے باک ترجمان اور اس گئے گذرے زمانہ میں عشقِ رسول کی صلائے عام ہے۔ علمی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ پیش لفظ صورِ اسرافیل ہے۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ حضرت اختر شاہ جہاں پوری کا قلم اپنے علمی جاندار کارناموں کی روشنی میں فی زمانہ شمشیر بے نیام ہے۔ نیز مدلل زور بیان سے محاسبے اور محاکمے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ الحمدللہ ماشاء اللہ سُنّیوں کے لیے آپ کا وجود نعمت خداوندی ہے۔"

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ ناچیز طالب دعا۔ محمد اسمٰعیل راجپوت

Marfat.com

اسی طرح جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے ناظم اعلیٰ جناب مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی نے مسلک امام ربانی کے اس تحقیقی دیباچے کو دیکھا تو بے ساختہ پھڑک اُٹھے۔ ۳۱ مارچ ۱۹۷۴ء کو انھوں نے اپنے تاثرات ان لفظوں میں قلمبند کر کے ارسال فرمائے۔

"حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی اور مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہما مسلمانوں کے قابلِ قدر و سرمایۂ افتخار بزرگ ہیں۔ دونوں ہی حضرات نے اپنے اپنے وقت میں اللہ اور رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی محبت سے سرشار ہو کر ایسے مبتدعین و مفسدین کی مساعی کا سدّباب کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جو اللہ اور رسول سے مسلمانوں کے تعلق کو کمزور کرنے میں منہمک رہا کرتے تھے۔ مذکورہ دونوں عظیم ہستیوں نے تائید ایزدی کے سہارے اپنے مجددانہ فرائض کی بجاآوری میں کسی بادشاہ کی شہنشاہی اور علمائے سوء کے جم غفیر یا ان لوگوں کے بلند بانگ علمی دعاوی کی قطعًا پرواہ نہیں کی۔ انھوں نے ہر مصلحت کو نظرانداز کر کے محض باری تعالیٰ (جل شانہٗ) کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دین و ملت کی تجدید کا عظیم فریضہ ادا کیا تھا۔

اس واضح حقیقت کے باوجود ملک حسن علی صاحب شرق پوری نے عجیب ہوشیاری سے حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہٗ کی فرضی عقیدت کا دامن تھام کر تعلیمات مجدّدیہ کتاب لکھ ماری۔ جس میں شیخ مجدد کے مسلک کی خود اپنی کی جھولی میں بیٹھ کر تردید و تضحیک کرنی چاہی یعنی حضرت امام ربانی کے مذہب حقہ اہلِ سنت وجماعت کے بے باک مبلغ و ترجمان امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ گویا شیخ سرہندی قدس سرّہٗ کی ریش مبارک پر ہاتھ ڈالنے کی

Marfat.com

غرض سے ملک صاحب خود اسی سرکار کی گود میں جا بیٹھے ہیں۔

باری تعالیٰ شانہ، کی عادتِ کریمہ ہے کہ اپنے خالص بندوں کے ننگ و ناموس کی خود حفاظت فرماتا ہے مخالفین اولیائے کرام کے جال کو وقت آنے پر تارِ عنکبوت سے کمزور دکھا دیتا ہے۔ اور اپنے کسی ایسے بندے کو کھڑا کر دیتا ہے جو باطل پرستوں کے چہروں پر نام نہاد حقانیت کی پڑی ہوئی نقابوں کو بڑے سلیقے سے الٹ کر ان کے حقیقی خد و خال ظاہر کر دے۔

حضرت مجدد الف ثانی اور مجدد مایہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہما کی مبارک روحوں کا تصرف و فیضان ہے کہ اس سنت الٰہیہ کا مظاہرہ جناب اختر شاہ جہان پوری کے ہاتھوں ہوا۔ اختر صاحب نے مسلک امام ربانی کتاب کے ابتدائیہ میں مکتوبات امام ربانی کے تحت تعلیمات مجددیہ کتاب کی تلبیسات کا پوسٹ مارٹم کر دکھایا۔ کمال مہارت اور وسیع النظری سے مسلک اہلِ سنت وجماعت کی حقانیت کو یوں بیان کیا کہ مخالفین کے فرار کی ہر گلی بند کر دی ساتھ ہی ملک صاحب کی خیانتوں اور مبتدعینِ زمانہ کے خلاف اہلِ حق پر پروپیگنڈے اور اعتراضات والزامات کو باطل پرستی ثابت کر کے خود وہابیہ کی بے شمار مسلمہ کتب تواریخ کی روشنی میں ان کے اکابر کی اسلام دشمنی، منفرد مؤرخانہ انداز میں دکھائی ہے۔ جس کی نظیر اس سے پہلے نظر نہیں آئی۔ بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے اختر صاحب نے دکھا دیا ہے اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا۔

ملک حسن علی صاحب شرقپوری اور ان کے ہمنواؤں کو اختر صاحب کی نگارشات پر ممکن ہے غصّہ تو بہت آیا ہو کیونکہ اتنی کامیابی سے وہابیت کے

Marfat.com

رنگ برنگے علمبرداروں کے حقیقی خدوخال کسی سے ظاہر نہیں کیے جا سکے تھے۔
اس صاف وشفاف آئینے کو فریقین کے سامنے رکھ دینا مبتدعین کی نظر میں شاید کھٹکے لیکن اس میں بیچارے اختر شاہجہان پوری کا کیا قصور؟ یہ تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی غیرت کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کا مظاہرہ ہے جو کلکِ اختر کے ذریعے منظرِ عام پر آیا۔ وہابی حضرات اگر تعصّب کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیں تو انھیں اختر صاحب کا شکر گذار ہونا چاہیے جنہوں نے ان کے شبہات کو مٹا کر راہ ہدایت دکھادی۔
بہرحال علمائے اہل سنت کے ساتھ راقم الحروف بھی اختر شاہ جہان پوری کی ان نگارشات کے پیشِ نظر ان کا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہے۔"

**فقط**

محمد عبدالقیوم ہزاروی غفرلہٗ

---

جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ کے شیخ الحدیث، علامۃ البیان، مولانا غلام علی قادری اشرفی مدظلہ العالی نے مسلک امام ربّانی کا دیباچہ پڑھا تو اختر شاہ جہان پوری کے نام فوراً خط لکھا اور تحریر نے جو تاثرات ان کے دل و دماغ پر مرتسم کیے انھیں ۱۲ مئی ۱۹۷۴ء کو یوں سپردِ قلم فرمایا:۔
"اس کتاب کا دیباچہ یعنی پیش لفظ پڑھنے سے دل باغ باغ ہو گیا۔ علامہ اختر شاہجہان پوری نے وہابیہ اور دیوبندیہ کی انگریز دوستی اور فرنگی نوازی اور حکومت برطانیہ سے وفاداری کے بارے میں ان حیرت انگیز حقائق کا انکشاف کیا ہے کہ شاید کسی دوسری کتاب میں مجموعی طور پر اتنا

Marfat.com

ٹھوس تاریخی مواد ایک جگہ جمع نہ مل سکے میری رائے میں اگر پیش لفظ میں کچھ ترمیم و اضافہ کر کے مستقل کتابچے کی شکل میں شائع کر دیا جائے، تو اس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گا اللہ تبارک و تعالیٰ جناب مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد و صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ محمد و آلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔"

الفقیر الی اللہ الغنی

غلام علی قادری اوکاڑوی

---

عاشق اعلیٰ حضرت رضویت کی منہ بولتی تصویر اور حسّانِ پاکستان علامہ اختر الحامدی الرضوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) نے مسلک امام ربانی کا یہ دیباچہ پڑھا تو حیران رہ گئے۔ سادر ہمیشہ کے لیے وہ علامہ اختر شاہ جہان پوری کے ہاتھوں بک گئے۔ ۱۹ جون ۱۹۷۴ء کے گرامی نامے میں دیباچے کے چند صفحات پڑھتے ہی انھوں نے یوں اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا:۔

"کتاب بہت خوب ہے، بہت ہی خوب اور دیباچہ اس کی روح، میرا خیال ہے کہ یہ دیباچہ علیحدہ بھی کتابی شکل میں شائع ہو جائے تو بہتر ہے کہ کم قیمت پر ہر غریب خرید سکے اور فائدہ اٹھا سکے۔ آپ کی تحریر کیا ہے غضب، قیامت، کیا روانی ہے؟ کیا سلاست ہے اور اس کے ساتھ ہی حسن استدلال سبحان اللہ۔ یقین جانیے مجھے تو آپ کی تحریر پر رشک آتا ہے۔ یہ ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔"

اختر الحامدی الرضوی

Marfat.com

صاحب دیباچہ نے گذارش کی کہ حضور والا تعریف و توصیف تو مجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی آپ تنقیدی نظر سے دیکھیں اور احقر کو غلطیوں سے مطلع فرمائیں تاکہ میری اور دیباچے کی اصلاح ہوجائے۔ اس کے جواب میں علامہ اختر الحامدی الرضوی نے یکم جولائی ۱۹۷۴ء کے گرامی نامے میں فرمایا :-

"آپ کا پیش لفظ تعریف سے بے نیاز ہے تنقید ؟ چہ خوب ! آپ نقّاد کو قلم رکھنے ہی کب دیتے ہیں ؟ اور اس میں خامیاں ہیں کہاں ؟ گستاخی معاف اگر کتاب سے پیش لفظ کو علیحدہ کر دیا جائے تو کتاب کی معنوی خوبصورتی ختم ہو جاتی ہے۔ کتاب کی جان جناب کا دیباچہ ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس دیباچہ کو علیحدہ بھی شائع کیا جائے۔ جناب کے دیباچے کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بھی بہت بڑے مقدمہ باز ہیں۔ یعنی اپنے دور کے سب سے بڑے مقدمہ نویس۔ مقدمہ نویسی کے فن پر آپ کو مکمل عبور حاصل ہے۔ اور آپ کی گرفت اس پر مضبوط ہے۔

اللہ کرے حُسنِ رقم اور زیادہ

کاش کوئی دردمند آپ کے یہ تمام شہ پارے ایک جگہ جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کرا دے۔ اے کاش کہ میں لاہور میں ہوتا اور ان کو جمع کر سکتا۔"

---

دسمبر ۱۹۷۴ء میں مولانا اختر الحامدی الرضوی کو معلوم ہوا کہ ان کے نعتیہ مجموعہ کلام نعت محل کا دیباچہ بھی مولانا مظفر اقبال صاحب اختر شاہ جہان پوری صاحب سے لکھوا رہے ہیں۔ یہ معلوم ہونے پر انھیں بے حد مسرت ہوئی اور ۴ جنوری ۱۹۷۵ء کے مکتوب گرامی میں

Marfat.com

انھوں نے یہ بھی فرمایا :۔

" مولانا مظفر اقبال صاحب نے دیباچہ کے لیے آپ کا انتخاب فرما کر ذہانت کا ثبوت دیا۔ نہ صرف پنجاب بلکہ پاکستان میں (بلا مبالغہ) آپ سے بہتر ہم غربائے اہلِ سنت میں کوئی اس قدر زود نویس اور مدلّل لکھنے والا مجھے تو نظر نہیں آتا۔ مولانا صد مبارکباد کے مستحق ہیں بیماریوں کا کیا ہے؟ یہ تو زندگی کے ساتھ ہیں آپ کو ہم ہتھیار رکھنے نہیں دیں گے۔ ہماری فوج میں عالمانہ ہتھیار تو سب کے پاس ہیں لیکن صرف ہتھیار جسم پر سجانے سے تو کام نہیں چلتا، جوانمردی اور دلیری کی بھی ضرورت ہے۔ ...... کو جواب دینے کے لیے آپ سے بہتر بہادر، دلیر، جوانمرد، اہلِ قلم یقین جانیے کوئی بھی تو نہیں۔ دل چھوٹا نہ کیجیے ان ............ کے خلاف لکھتے رہیے۔ یقین جانیے کہ بزرگانِ دین اور حضور سیدنا اعلیٰ حضرت کی مدد آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کی پشت پناہ ہے۔ لکھتے رہیے شب و روز لکھتے رہیے۔"

---

حیدر آباد (سندھ) کی معروف دینی درسگاہ احسن البرکات کے ناظمِ اعلیٰ علامہ خلیل احمد خاں قادری مدظلہ العالی کے فرزند ارجمند، مولانا احمد میاں حافظ البرکاتی مدظلہ نے ترجمان اہلسنت کراچی میں کتاب مسلک امام ربانی پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کے اس دیباچے کے متعلق یہ بھی لکھا :۔

" کتاب کے شروع میں محترم مولانا اختر شاہجہان پوری مظہری کا تحریر کردہ سو سے زائد صفحات پر مشتمل پیش لفظ ہے جو بجائے خود ایک مدلل اور

محقق رسالہ ہے۔ اختر صاحب موصوف نے پیش لفظ میں ملک حسن علی اور ان کی تعلیمات مجددیہ کی جس شاندار طریقہ پر دھجیاں بکھیری ہیں وہ لائق صد تحسین ہے۔ فاضل موصوف نے مختصر طریقہ پر تیرہ مقامات شمار کرا کے ملک حسن علی صاحب سے سوالات کیے ہیں کہ کیا دیوبندوں کے اکابرین کے یہی عقائد ہیں جو حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں بیان فرمائے ہیں۔ اس کے برعکس ملک صاحب کے دیوبندی اکابرین کے عقائد یکسر طور پر حضرت مجدد کے بیان فرمودہ عقائد سے مختلف ہیں لیکن پھر بھی تعلیمات مجددیہ کے مصنف ملک حسن علی صاحب اس بات پر مصر ہیں کہ حضرت مجدد کی تعلیمات اور دیوبندیوں کی خرافات ایک ہی ہیں۔ اس پر بس نہیں بلکہ مصنف نے موجودہ اہلسنت وجماعت اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تضاد ثابت کرنے کی مشق فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ملک صاحب لکھتے ہیں:۔ "مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے جو بریلوی حضرات کے نزدیک دور حاضر کے مجدد ہیں اور جنھیں حضور پرنور، اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، عظیم المرتبت، مجدد مائۃ حاضرہ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے برعکس بدعات کی خوب تلقین کی بلکہ اس کی نشر و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف رکھی"۔ مولانا اختر شاہ جہان پوری نے اس قسم کے تمام لغو و باطل اعتراضات کا مفصل اور مدلل جواب اپنے انوکھے اور نرالے قلم سے احسن طریقہ پر اس پیش لفظ میں دیا ہے۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ اہل حدیث، دیوبندی، نیچری، مرزائی، منکرین حدیث وغیرہ برٹش گورنمنٹ کے دور کی پرفتن یادگاریں ہیں۔ جملہ مبتدعین اپنے روز اول ہی سے اہل سنت و

Marfat.com

وجماعت سے انگریزوں کی ہدایت کے مطابق برسرِ پیکار چلے آرہے ہیں
اور اپنی ناپاک کرتوتوں سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کے لیے اہلسنت وجماعت
کو مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ فرقہ بتاتے رہتے ہیں۔

اختر صاحب نے لکھا ہے :۔

حقیقت یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان میں فرقہ سازی اور گروہ بندی کا سنگ بنیاد انگریزوں نے مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سے رکھوایا۔ الغرض یہ کتاب یکساں طور پر ہر شخص کے لیے انتہائی مفید ہے۔ مکتبہ حامدیہ نے اسے طبع کر کے ایک بہت بڑی ذمہ داری کو پورا کیا ہے۔ کتاب کی اشاعت پر فاضل مصنف اور اختر شاہجہان پوری مبارکباد کے مستحق ہیں جیسی کتاب کی تزئین خوب صورت ہے اسی طرح ہر لحاظ سے مضمون نہایت حسین وجمیل خصوصاً اختر شاہجہان پوری کا دیباچہ قابلِ مطالعہ اور لائق داد ہے"[1]

---

منڈی بوریوالہ کے خطیب اعظم علامہ شبیر احمد ہاشمی مدظلہ نے کتاب مسلک امام ربانی اس دیباچے کے ساتھ پڑھی تو بے حد متاثر ہوئے اور مکتبہ حامدیہ والے مولانا انوار الاسلام قادری رضوی مدظلہ کے نام ۱۲ جولائی ۱۹۷۴ء کو خط لکھا اور اس میں دیباچے کے متعلق یوں اپنے تاثرات بیان کیے۔

" اس کتاب مسلک امام ربانی کے آغاز میں پیش لفظ کے عنوان سے

---

[1] ترجمان اہلسنت، کراچی، بابت اگست ستمبر ۱۹۷۴ء ص ۱۱۴ تا ۱۱۶

Marfat.com

۱۰۹ صفحات کا جو مقالہ حضرت عبدالحکیم خان صاحب اختر شاہجہانپوری نے قلمبند فرمایا ہے۔ وہ تو اپنی مثال آپ ہے یعنی کتاب اگر جسم ہے تو اختر صاحب کا پیش لفظ جان ہے۔ اختر صاحب نے خانوادہ توہین رسول کے تمام مکائد کو علمی اور ادبی انداز میں جس طرح لتاڑا ہے اور ان کے استدلال واستنباط کی جس طرح پچھاڑ کی ہے باید وشاید۔ حضرت اختر صاحب نے حدیث مجدد سے استدلال فرما کر حضرت مجدد الف ثانی اور مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کے کارہائے تجدید دین کو مختصر اور جامع الفاظ میں سمویا بھی ہے۔ اغیار سے دفاع بھی کیا اور عقائد حقہ، اہلسنت وجماعت کو مبرہن بھی فرمایا ہے۔

اس پیش لفظ کو پڑھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اختر شاہجہانپوری محض ایک نغز گو شاعر ہی نہیں ایک صاحب طرز قلم کار اور صاحب علم محقق اہلسنت بھی ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت موصوف کے رگ وریشہ میں رچی بسی ہوئی ہے۔ اختر صاحب کے قلم کو رضا کے فیض سے خنجر خونخوار اور برق بار کہا جائے تو مبالغہ نہیں، ان کے اور اہلسنت کے اعداء نے تعلیمات مجددیہ کے نام سے خیبر کو چیلنج کیا اور شر کو ابھارا تو اختر صاحب کے قلم نے شر کو ٹھکانے لگایا اور خیبر کا دفاع کیا۔

اختر صاحب کے قلم کی رعنائی اس لحاظ سے بھی دیدنی ہے، کہ وہ ...... دینی اعداء اور دشمنان اہل سنت کے درون خانہ سے خاصی واقفیت رکھتے ہیں تب مجھے پیش لفظ پر پیش لفظ لکھنا مطلوب نہیں ورنہ میں اختر صاحب کی عبارات کی ادبی، فنی اور دینی معلومات کی گہرائیوں کو سلک ترتیب میں

پر و کر واضح کرتا۔ میری دعا ہے کہ رب ذوالجلال حضرت موصوف پر اپنا فضل و کرم اور اپنے حبیب انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت دائم و قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

شبیر احمد ہاشمی غفرلہ،

۱۹۷۵ء میں مکتبہ فریدیہ ساہیوال کی معرفت الصوارم الہندیہ نامی کتاب دوبارہ منظرِ عام پر آئی۔ حافظ نعمت علی صاحب نے اس کتاب پر محترم اختر شاہ جہان پوری سے دیباچہ لکھوایا تھا جب یہ عدیم المثال دیباچہ انجمن رضائے مصطفےٰ چنیوٹ کے ناظمِ اعلیٰ جناب محمد اسمٰعیل راجپوت صاحب نے پڑھا تو ۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو خط لکھتے ہوئے اپنے تاثرات سے یوں مطلع فرمایا:۔

"سلام مسنون کے بعد کتاب الصوارم الہندیہ میں جناب کا تحریر کردہ پیش لفظ بغور مطالعہ کیا اور اتنا متاثر ہوا کہ مذکورہ تحریر شاتمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شمشیر بے نیام ہے جس کے آگے ہر گستاخ کے دلائل گاجر مولی کی طرح کٹتے نظر آرہے ہیں اور دوسری طرف اس تحریر میں ایک ایسا چیلنج اور تعاقب ہے جس طرح شیر ببر کے آگے لومڑیاں دُم دبا کر راہِ فرار اختیار کیے جارہی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے عام فہم انداز میں سنی عوام کو راہِ حق پر گامزن کیا ہے آپ کے قلم میں جہاں تلوار کی سی کاٹ ہے۔ وہاں پر دلائل و براہین کے وہ موتی بکھرتے ہوئے نظر آرہے ہیں کہ سبحان اللہ! آپ کا قلم ادب کی رفعتوں کو چھو کر گستاخانِ مجدد برحق امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے پیچھے بپھرے ہوئے شیر کی طرح دوڑتا ہے ایسے ایک ایک کو چن کر اور ہر بہتان تراش کے لیے یوم حساب پیدا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

آپ نے اس تحریر میں توحید کے نام نہاد ٹھیکیداروں کی بے ہودہ الزام تراشیوں اور بہتانوں کو فضائے آسمانی میں ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیا ہے خصوصًا آپ نے سرفراز گکھڑوی کا خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے اور اس کی بددیانتی کا ایسا نوٹس لیا ہے کہ قلم کی عصمت کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے تحریر میں موجودہ حالات اور دورِ حاضرہ کے تقاضوں کے پیشِ نظر ایک اہلِ قلم کا کردار اس خوبی سے سرانجام دیا ہے کہ ہر سنی کا سر فخر سے بلند ہے۔
لہٰذا بندہ ان حقیر سے جذبات اور احساسات کے ذریعے آپ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور عرض کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ

؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اور ساتھ ہی بندہ آپ کے قلم کی جولانیوں اور روانیوں کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہے کہ ربِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قلم کو مزید قوت اور ہمت عطا فرمائے آپ کی ذات سنیوں کے لیے باعث فخر ہے۔ اور آپ کا قلم مخالفین اہلِ سنت کے لیے شمشیر بے نیام ہے۔ لہٰذا بندہ کے ان حقیر سے جذبات کو بطور تبریک قبول فرمائیں۔ اور اپنے قلمی جہاد کو اسی طرح جاری رکھیں۔ خداوند کریم آپ کا حامی و ناصر ہو۔"

فقط والسلام

طالب دعا:۔ محمد اسمٰعیل راجپوت

---

مولانا اختر الحامدی الرضوی رحمۃ اللہ علیہ نے الصوارم الہندیہ اور رسائل رضویہ جلد دوم پر لکھے ہوئے اختر صاحب کے دیباچے پڑھے تو ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو اختر شاہجہانپوری

Marfat.com

کے نام خط لکھا اور اپنے تاثرات کو اس کے اندر یوں سپردِ قلم کیا تھا :-

"تاخیر کا سبب حضور کے دیباچوں کا عمیق مطالعہ ہے، پڑھا، پھر پڑھا، پھر پڑھا اور اب تک جی نہیں بھرا ایک ایک حرف پر زبان سے واہ اور دل سے دعا نکلتی رہی۔ سبحان اللہ! کیا زورِ قلم ہے؟ یہ دیباچے حقیقتاً ان تصانیفِ عالیہ کی شرح ہیں جن کے مطالعے کے بغیر ایک عام قاری ان کی مقصدیت نہیں سمجھ سکتا۔ کاش کہ ہم غربائے اہلِ سنت کو (جن کے ہاں اچھے لکھنے والوں کا قحط ہے) آپ جیسے دو چار لکھنے والے اور مل جاتے۔ بلا مبالغہ آپ پاکستان کے ارشد القادری ہیں۔ اور یہ الفاظ لکھتے وقت میرا سر فخر سے بلند ہے۔ افسوس کہ حضور نے تاحال اپنے دیباچے مقدمات اور مقالات یکجا کر کے احقر کو عنایت نہیں فرمائے۔ تاکہ احقر بھی اپنے دل کے حوصلے نکال سکتا۔ مولیٰ تعالیٰ حضور کو مذہب حقہ، اہلسنت و جماعت کے لیے تادیر زندہ و سلامت رکھے اور جملہ افکار و حوادث سے محفوظ و مامون۔"

---

موصوف نے اسی ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو مکتبہ حامدیہ لاہور والے مولانا انوار الاسلام صاحب کے لیے بھی خط لکھا جنھوں نے رسائلِ رضویہ جلد دوم کتاب چھاپی تھی اور جن کی معرفت علامہ اختر شاہ جہان پوری کی نگارشات منظرِ عام پر آ رہی تھیں اسی خط میں انھوں نے اختر شاہ جہان پوری کے متعلق فرمایا :-

"اس کتاب (رسائل رضویہ، جلد دوم) کے ساتھ حضرت علامہ مدظلہ نے الصوارم الہندیہ مطبوعہ مکتبہ فریدیہ کی ایک جلد بھی ارسال فرمائی ان دونوں

Marfat.com

حضرت موصوف کے مرقومہ دیباچے پڑھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی تو دیباچے کیا ہیں کتاب کی شرح ہیں۔ ایک ایک حرف پر واہ واہ زبان سے ادا ہوتا رہا اور دل سے دعائیں نکلتی رہیں میں بلا مبالغہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہم پاکستان کے اہلسنت وجماعت کو ایک ارشد القادری، اختر شاہ جہاں پوری کے لباس میں مرحمت فرمادیا ہے۔

تحریر میں سادگی کے ساتھ وہی بانکپن، الفاظ کا ایسا رکھ رکھاؤ جیسے موتی جڑ دیے ہوں ان دونوں دیباچوں میں حضرت علامہ موصوف اپنی پوری آب وتاب سے جلوہ گر ہیں۔ اگر اب بھی ہم انھیں رئیس التحریر اور امام القلم تسلیم نہ کریں۔ تو یہ حضرت قبلہ کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ مولیٰ تعالیٰ انھیں خدمتِ دینِ متین اور مجھ جیسے لوگوں کی رہبری کے لیئے تا دیر زندہ سلامت رکھے آمین۔"

## ستم ظریفی :

قارئین کرام! آپ نے محترم اختر شاہجہان پوری کی اپنوں میں پذیرائی اور مقبولیت کا اندازہ تو کر لیا ہوگا۔ جبکہ طوالت کے خوف سے ہم نے بے شمار تاثرات اور تبصروں میں سے صرف چند ہی پیش کیے ہیں اور وہ بھی ابتدائی دو دیباچوں کے بارے میں۔

یہاں قارئین کو ایک بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ یہ اختر صاحب کا اصل کام نہیں ہے کیونکہ اسے منظرِ عام پر لانے کی توسنی ناشرین نے آج تک ضرورت ہی محسوس نہیں فرمائی ہے۔ نہ سنیوں کو ان سے کماحقہ، استفادہ کرنے دیا اور نہ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے خاطر خواہ قدم بڑھایا۔ بلکہ بعض حضرات نے اپنی بساط کے مطابق حوصلہ شکنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

Marfat.com

کیا یہ حیرانی کی بات نہیں کہ جس نے دو درجن کے قریب تحقیقی کتابیں لکھیں اور ایک درجن کتابوں کے ترجمے کر دیے ہوں اس کے اتنے کام سے تیرہ سالوں (۱۹۶۸ء تا ۱۹۸۱ء) میں منظرِ عام پر صرف چار کتابیں آئیں۔ یعنی ایک مقالہ، ایک تصنیف اور دو ترجمے، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

☆ ۱۔ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام۔
شائع کردہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور ۱۹۷۱ء

☆ ۲۔ ترجمہ جواہر البحار، جلد اوّل
شائع کردہ مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۷۵ء

☆ ۳۔ تجلیات امام ربانی
شائع کردہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۷۸ء

☆ ۴۔ ترجمہ کتاب الشفاء، جلد اوّل
شائع کردہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۷۹ء

ان حالات میں بیچارہ اختر شاہ جہان پوری اس کے سوا اور کیا کرتا کہ اپنے ناشرین کی بے حسی کا ماتم کرتا ہوا دیباچے لکھنے پر اکتفا کرے تاکہ میدان میں بھی قائم رہے اور کم از کم اپنے قارئین کو مایوس نہ ہونے دے۔ یہ اختر صاحب کے عزم و استقلال اور خدمتِ دینِ متین کے والہانہ ذوق کی ایسی مثال ہے جس کی اس دور کے اندر شاید ہی کوئی مثال نہ مل سکے۔ ۱۹۸۰ء کے آخر میں جب کئی سالوں کے بعد اختر صاحب سے ملاقات ہوئی اور راقم الحروف ان حالات پر مطلع ہوا تو اپنوں کی بے بسی کے باعث ایسے گوہرِ آبدار کی بے قدری کا بڑا صدمہ ہوا۔

۲۔ علاوہ بریں ۱۹۶۹ء-۷۰ء میں جبکہ مرکزی مجلسِ رضا لاہور گھٹنوں چل رہی تھی تو اراکینِ مجلس کا ارادہ ہوا کہ ہم انوارِ رضا کے نام سے ایک تحقیقی مجموعہ منظرِ عام پر لائیں جس میں

Marfat.com

ایسے مضامین ہوں کہ ان سے اعلیٰ حضرت کے حالات و کمالات کے مختلف پہلو اجاگر ہوجائیں اور ان کے متعلق پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی بساط بھر کوشش کی جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر پاک و ہند کے مختلف علمائے کرام کی خدمت میں خطوط ارسال کر کے ان سے معلوماتی مضامین مانگے گئے لیکن ان حضرات نے مایوسی کے سوا اراکینِ مجلس کو کچھ اور نہ دیا۔

مذکورہ صورتِ حال بڑی حوصلہ شکن تھی۔ لیکن آفرین ہے اختر شاہ جہان پوری کی ہمت مردانہ کو کہ انھوں نے خیالی دنیا میں تعمیر کیے ہوئے مجلسِ رضا کے محل کو مسمار نہ ہونے دیا۔ اور مختلف موضوعات پر امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آٹھ مقالوں کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھا لیا۔ کم از کم میں یہ معلوم کر کے حیران رہ گیا کہ ۱۹۷۰ء کے ختم ہونے سے پہلے اختر صاحب نے وہ آٹھوں مقالے مکمل کر لیے اور ان میں سے دو مقالوں کے اندر محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ نے کانٹ چھانٹ کروائی۔ اور شائع کروانے کی غرض سے انھیں دوبارہ لکھوایا گیا۔ یہ بات میں آج تک نہیں سمجھ سکا اور یقیناً ہے بھی میری سمجھ بوجھ سے بالاتر کہ "مجلسِ رضا لاہور" کے تحت فاضل بریلوی پر لکھے ہوئے ان آٹھوں مقالوں میں سے آج تک مرکزی مجلسِ رضا لاہور نے ایک بھی مقالہ کیوں شائع نہیں کروایا ہے؟

۳۔ مرکزی مجلس رضا، لاہور نے تجلی المشکوٰۃ کے بعد امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر جو سب سے پہلا مقالہ شائع کروایا وہ اختر شاہ جہان پوری کا لکھا ہوا ہے۔ یعنی اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام۔ اس کی کتابت لیتھو پر ہوئی اور منظر عام پر آیا تو اغلاط سے مالا مال تھا جہاں مجلس رضا نے دوسرے مقالوں کے متعدد ایڈیشن شائع کروائے وہاں معلوم نہیں کس مصلحت کے تحت اس مقالے کو غلطیوں سے پاک کر کے ایک دفعہ بھی آفسٹ پر شائع کروانے کی ضرورت کیوں محسوس نہیں کی گئی۔ دریں حالات

Marfat.com

کیا اختر صاحب یہ نہ کہتے ہوں گے ؎

لاؤ تو قتل نامہ ذرا ہم بھی دیکھ لیں
کس کس کی مُہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

۴۔ تین درجن کتابوں سے چار منظرِ عام پر آئیں جن میں سے دو یعنی "اعلحضرت کا فقہی مقام" اور تجلیات امام ربانی کتابت کی اتنی غلطیوں سے لبریز ہو کر کہ منفصۂ شہود پہ جلوہ گر ہوئیں کہ پاکستان میں شائع ہونے والی شاید کوئی کتاب غلطیوں میں ان کا مقابلہ نہ کر سکے باقی صحیح صورتِ حال میں رہ گئے صرف دو ترجمے۔ ان میں سے ترجمہ جواہر البحار جلد اوّل کے متعلق جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ایک مدرس جناب حافظ عبد الستار صاحب نے اپنی کتاب مرأۃ التصانیف میں صاف لکھ دیا کہ یہ ترجمہ جامعہ رضویہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول مدظلہ العالی کا ہے اور دیباچہ اختر شاہجہان پوری نے لکھا ہے اختر صاحب کہتے ہوں گے ؎

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

حافظ عبد الستار صاحب کی توجہ اس کارگذاری کی طرف مبذول کرائی گئی تو فرمایا کہ میں نے ایسا ہی سُنا تھا۔ عرض کی گئی کہ حضور والا آپ کی تحقیقات کا دارو مدار سنی سنائی باتوں پر ہوتا ہے؟ چلیے جب ایسا ہی سنا تھا تو اب اپنی آنکھوں سے دیکھنا کہ ترجمہ کس کا ہے؟ پھر انھیں بتایا گیا کہ مولانا غلام رسول صاحب نے واقعی جواہر البحار کا ترجمہ کیا تھا۔ مولانا انوار الاسلام صاحب نے جلد اوّل کی کتابت بھی کروالی تھی جب چند علماء کو دکھایا تو انھوں نے مشورہ دیا کہ یہ ترجمہ نہیں چلے گا۔ رقم بھی ضائع جائے گی۔ کیونکہ ترجمہ ایک کوڑی کا بھی نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے اس کے شائع کروانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اسے مسودے کے ساتھ سنبھال کر رکھ دیا اس کے بعد دوستی کے تحت اس عاجز سے ترجمہ کروایا

Marfat.com

کیونکہ وہ مشتہر کر بیٹھے تھے۔ راقم الحروف نے ان کے کہنے پر ترجمہ کیا جس کا ایک ایک لفظ میرا اپنا ہے۔ اور ہر فقرہ اس بات کی واضح شہادت دے رہا ہے۔ مولانا انوار الاسلام صاحب کے پاس دونوں ترجموں کے مسودے اور کتابیں دیکھ کر تسلی کر لینا۔ حافظ صاحب نے وعدہ فرمایا کہ اصلاح کر دی جائیگی۔ وعدہ تو کر لیا لیکن اصلاح کہاں سے کرتے جبکہ اس خیانت اور پارکسنٹی کا ارتکاب دانستہ کیا بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت انھیں یہ کرامت دکھانے پر مجبور کیا گیا تھا۔

۱۹۸۱ء کے آخر میں سنی رائٹرز گلڈ کا سالانہ اجلاس ہوا تاکہ ۸۱-۱۹۸۰ء میں چھپنے والی کتابوں پر اوّل، دوم اور سوم انعام دیا جائے۔ اوّل، دوم اور سوم قرار دینے کے لیے ایک بورڈ تشکیل دیا گیا بورڈ نے فیصلہ سنایا کہ اوّل انعام اسی مرأۃ التصانیف کے مصنف کو ملنا چاہیے جس نے دیانت داری کا ریکارڈ قائم کرتے ہوئے اتنی بڑی کرامت دکھائی ہے۔

۲۶ رمارچ ۱۹۸۲ء کو اختر صاحب نے حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ، سے گذارش کی کہ حضور والا! آپ تو فرماتے تھے کہ مرکزی مجلس رضا کی طرح اب سنی رائٹر گلڈ بھی میرا ہی نام ہو کر رہ گیا ہے۔ مانا کہ اس شرارت سے آپ کو مطلع نہیں فرمایا گیا ہوگا، جو مرأۃ التصانیف میں کی گئی لیکن جب کہ راقم الحروف نے تھوڑے ہی عرصہ بعد اس سازش کا جناب سے ذکر کر دیا تھا تو اس کے باوجود اصلاح کی بات کو دفن کیوں کیا؟ پھر اس خیانت پر سزا نہیں دی جا سکتی تو انعام کس خوشی میں دیا گیا۔؟ فرمایا گیا یہ اراکین بورڈ ہی بتا سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان حضرات کا انصاف "جامعہ نظامیہ" کے جبوں اور عماموں کے نیچے دب گیا ہوگا۔

قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

Marfat.com

۵۔ کس نے یہ خبر پڑھی یا سنی نہیں کہ ۱۹۷۲ء میں اختر شاہ جہانپوری نے ایک کتاب "معارف رضا" کے نام سے امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تجدیدی کارنامے پر چار جلدوں میں مکمل کر لی ہے۔ جس کی ہر جلد کم و بیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ مختلف کتابوں میں اس کا ذکر ہے۔ اخبارات و رسائل نے اسے مشتہر کیا اور ۱۹۷۵ء میں ترجمان اہلسنت، کراچی نے چاروں جلدوں کا علیحدہ علیحدہ تفصیلی تعارف شائع کیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے ان کی مانگ ہو رہی تھی۔ کہ شائع ہوتے ہی مطلع کیا جائے۔

مکتبہ حامدیہ والے مولانا انوار الاسلام صاحب نے ۱۹۷۴ء میں معارف رضا جلد اوّل کی کتابت کروالی تھی۔ ۱۹۷۵ء میں جلد اول تصحیح سے آراستہ ہو کر پریس کی جانب پر تول رہی تھی کہ مولانا انوار الاسلام صاحب بھی کسی سازش کا شکار ہو کر اختر شاہ جہان پوری سے بگڑ بیٹھے اور کتاب کی اشاعت کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ جب حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ کو حضرت مولانا نے ثالث تجویز کیا۔ تو اختر صاحب نے بھی انھیں منظور کرتے ہوئے صاف کہہ دیا کہ آپ جو فیصلہ کریں مجھے منظور ہوگا۔ حکیم صاحب فیصلے کے لیے ان کی دکان پر تشریف فرما ہوئے تو مولانا مدظلہ نے ان کی ایک نہ مانی اور بیسیوں حضرات کی موجودگی میں دونوں حضرات کی تُو تُو میں میں پر جا کر بات ختم ہوگئی۔

رضا پبلیکیشنز والے میاں زبیر احمد صاحب اسی روز معارف رضا، جلد اوّل کی کتابت خریدنے کے لیے تیار تھے۔ اور اس کے بعد بھی خریدنے کا ارادہ ظاہر کرتے رہے لیکن یہ نہ معلوم نہ ہو سکا کہ آج تک خرید کیوں نہ سکے؟

مکتبہ فریدیہ ساہیوال والے حافظ نعمت علی صاحب بھی اس کتابت کو خریدنے کے لیے تڑپتے پھرتے تھے لیکن خدا بہتر جانے انھیں کس نے روکا یا وہ کیوں رُک گئے۔ مولانا ابو داؤد صاحب کو بھی تحریری یقین دلایا تھا کہ جو فیصلہ آپ کریں اختر شاہجہانپوری اسے

Marfat.com

قبول کرے گا۔ لیکن موصوف نے منصف کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اکثر علمائے کرام خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں معلوم نہیں کیوں؟

بات تو صرف اتنی ہے کہ کتاب شائع ہو جاتی جس کے باعث مصنف کی حوصلہ افزائی ہوتی اور قارئین کو اس سے استفادہ کرنے کا موقع ملتا۔ علوم معارف کا یہ خزانہ آج تک زندہ درگور ہے۔ یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس ستم ظریفی کو کیوں روا رکھا گیا؟ کہیں یہ کوئی متفقہ و مشترکہ سازش تو نہیں؟ خدا جانے ایسا کرنے والوں کو اس میں دارین کی کون سی بھلائی نظر آئی اور اس سے مسلک کو کیا فائدہ پہنچا؟

۴۔ ۱۹۷۶ء میں المیزان، بمبئی کا امام احمد رضا نمبر شائع ہوا۔ اس کے اندر ان کتابوں کی فہرست بھی پیش کی گئی جو امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لکھی گئی تھیں المیزان والوں کو ان کتابوں سے مطلع کرنے والے پاکستانی حضرات تھے۔ جو اختر شاہ جہان پوری کو اچھی طرح جانتے ہیں قارئین کو اس بات پر حیرت ہوگی کہ اس فہرست کے اندر بعض ان کتابوں کو بھی شامل کیا گیا۔ جن کا اس وقت تک ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا تھا۔ بلکہ زیر غور ہوں گی۔ لیکن معارف رضا کی چار جلدوں کو اس فہرست میں شامل کرنا غالباً مناسب نظر نہ آیا ہوگا۔ حالانکہ یہ بات بھی ان کے علم میں تھی کہ جلد اوّل کی کتابت بھی ہو چکی ہے۔ اختر صاحب نے اس سلسلے میں المیزان والوں کے لیے خط لکھا تھا جو المیزان بمبئی، بابت مارچ، اپریل ۱۹۷۸ء کے صفحہ ۴۰ اور ۴۱ پر شائع ہوا تھا۔ اپنے اس مکتوب میں اختر صاحب نے اس بات کا ذکر یوں کیا ہے۔

"دوسری بات جس پر میں حیران ہو کر رہ گیا یہ ہے کہ اس مبارک مجموعے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر لکھے ہوئے چند صفحات کے کتابچوں کا ذکر بھی ہوا اور وہ کتابیں بھی فہرست میں شامل نظر آئیں جن کا ایک لفظ ابھی لکھا ہی نہیں گیا۔ لیکن اس لمبی چوڑی فہرست میں اگر کسی کتاب کا

Marfat.com

نام نظر نہیں آیا تو وہ چار ہزار صفحات پر مشتمل ننھی منی سی کتاب معارف رضا ہے۔ جن حضرات نے ان کتابچوں اور پمفلٹوں کو اس فہرست میں شامل کروایا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ انھوں نے معارف رضا کا ذکر نہ کرنے میں سُنّیوں کی کیا بہتری سمجھی؟"۔

بہرحال اختر صاحب کے ساتھ اپنے ہی بعض علماء نے وہ ناروا سلوک کرنا بھی ضروری سمجھا جو قطعًا ان کی شان کے شایاں نہ تھا۔ اور نہ اختر صاحب ہی ایسے سلوک کے مستحق تھے یقینًا اس یار کشی اور برادران یوسف والے سلوک سے جہاں اختر صاحب کے دل کو دُکھ پہنچ رہا ہوگا۔ وہاں ایسے مہربانوں نے مسلک کو نقصان پہنچایا۔ حالانکہ اختر شاہ جہان پوری جیسا قلم کا دھنی آج کسی زندہ جماعت میں ہوتا تو اسے سر آنکھوں پر جگہ ملتی۔ اور اس کی شہرت کے آسمان میں چار چاند لگے ہوتے۔ موصوف کے ساتھ اپنے ہی بعض ساتھی جو نامناسب سلوک کرتے آئے۔ جس کا ذکر گذشتہ سطور میں ہم نے کیا اور ایک ہلکا سا خاکہ پیش کر دیا ہے۔ اس کے باعث اختر شاہ جہان پوری ہی کا یہ شعر بار بار یاد آتا ہے ؎

دوستوں نے جب ہمیں الفت کی دی اتنی سزا
دشمنوں کی سب جفاؤں کا گلہ جاتا رہا

## کچھ شگفتہ تذکرے:

اختصار کے ساتھ کلکِ اختر کے بارے میں گذشتہ سطور کے اندر کافی لکھا جا چکا ہے۔ اب ہم اپنے درویش صفت، صوفی منش، قناعت پسند اور اعلائے کلمۃ الحق کے شیدائی قلمکار کی سیرت کے بارے میں چند واقعات پیش کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۱ فروری ۱۹۷۶ء کو موصوف کے دوسرے صاحبزادے غلام مرتضیٰ کا انتقال ہوگیا اختر صاحب نے

Marfat.com

اس کی یاد میں ایک مرثیہ لکھا جو ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی نے جون ۱۹۷۶ء کے پرچے میں شائع کیا مرثیہ کے یہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

خادم دیں بن کے ابھریں یہ ہے بچوں سے غرض
ورنہ یوں تو ہر کوئی آتا رہا، جاتا رہا

صاحبانِ علم و عرفاں مصلحت کا ہیں شکار
حفظِ دیں کا اب دلوں سے حوصلہ جاتا رہا

آج وہ نغمے کہاں ہیں دل نواز و دلنشیں
بلبلیں سب اڑ گئی ہیں چہچہا جاتا رہا

مسندِ ارشاد پر کتنے ہی فائز اب بھی ہیں
شیخ سرہندی کا لیکن ولولہ جاتا رہا

کامیاب اپنے مشن میں ہو گئے تخریب کار
وائے اک نائبِ احمد رضا جاتا رہا

یاالٰہی کلکِ اختر کو بنا کلکِ رضا
دشمنانِ دیں نہ یہ سمجھیں رضا جاتا رہا

غالباً ۱۹۷۳ء کی بات ہے کہ مکتبہ نبویہ لاہور والے، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ جزاء اللہ عدوہ شائع کروانے والے تھے۔ کتابت کروالی تھی ایک روز صاحبزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی نے اختر صاحب سے فرمایا کہ اس رسالے کا دیباچہ دو تین جید علمائے کرام لکھ رہے ہیں آپ بھی اس کا دیباچہ لکھ دیں۔ تاکہ جس کا دیباچہ زیادہ بہتر ہو اسے ساتھ لگا دیا جائے۔ چونکہ اس کی تہہ میں اور ہی جذبہ کار فرما ہوتا ہے لہذا اختر صاحب نے جواب دیا کہ جناب اگر میرے دیباچے کو ضمنی طور پر شاملِ اشاعت کرنے کا وعدہ کیا جائے اور بغیر کسی تبدیلی کے تو میں لکھنے کے لیے تیار ہوں فاروقی صاحب ایسا

Marfat.com

وعدہ کرنے کے حق میں نہ تھے لہذا بات اسی مرحلے پر ختم ہو گئی۔

چند روز کے بعد فاروقی صاحب دکان پر بیٹھے ہوئے اسی رسالے کی پروف ریڈنگ کر رہے تھے۔ کہ ایک وہابی مولوی صاحب تشریف لے آئے پوچھا

"کون سی کتاب کی تیاری ہو رہی ہے؟"۔

فاروقی صاحب نے کتاب کا نام بتایا تو مولوی صاحب کہنے لگے:۔

"فاروقی صاحب! اب تو مان لیجیے کہ آپ کے اعلیٰ حضرت انگریز کے ایجنٹ تھے۔ اس رسالے میں فلاں فلاں کو تو بساط بھر خوب رگڑا ہے لیکن اپنے پیر بھائی مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔"

چند روز کے بعد دورانِ ملاقات موصوف نے یہ واقعہ اختر صاحب کو بتایا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ ادھر ادھر کی باتیں بنا کر میں نے مولوی صاحب کو ٹرخا تو دیا لیکن میرے پاس اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ تھا۔ اختر صاحب نے فرمایا کہ حکم ہو تو دیباچے میں اس اعتراض اور دیگر کتنے ہی اعتراضات کا جواب ہو جائے گا۔ دیباچے کی بات اس مرحلے پہ بھی فاروقی صاحب نے منظور نہ فرمائی اور دیباچے کے بغیر رسالہ چھپ گیا۔

کتاب چھپ جانے کے قریبًا ایک ماہ بعد کی بات ہے کہ دس بارہ علمائے کرام مکتبہ حامدیہ، لاہور میں بیٹھے ہوئے تھے جن میں فاروقی صاحب اور مفتی اعجاز ولی خان رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے کہ اختر صاحب بھی اچانک آ پہنچے، دوران گفتگو فاروقی صاحب نے اختر صاحب سے کہا کہ جناب وہ کتاب چھپ گئی ہے لہذا اب تو بتا دیجیے کہ اعلیٰ حضرت نے اس کتاب میں مرزا صاحب کے متعلق کیوں ایک لفظ بھی نہیں کہا؟ اختر صاحب نے جواب دیا کہ قبلہ مفتی صاحب یہاں موجود ہیں۔ ان سے بہتر اور کون بتا سکے گا؟ چنانچہ سب مفتی صاحب کی جانب متوجہ ہو گئے۔ تو قبلہ مفتی صاحب نے ارشاد فرمایا بات یہ ہے کہ

Marfat.com

دورانِ تصنیف سرکار اعلیٰ حضرت نے جس جس کی جانب توجہ مبذول فرمائی، اسے رگڑتے چلے گئے۔ قادیانی دجّال کی جانب توجہ مبذول نہ فرمائی ہوگی اس لیے اس ملعون کے متعلق کچھ ارشاد نہ فرمایا۔

فاروقی صاحب بے باک قسم کے انسان واقع ہوئے ہیں۔ لہٰذا فوراً کہا کہ حضرت اس جواب سے تو اعتراض اور بھی مستحکم ہوتا ہے۔ آخر سب نے اختر صاحب کو جواب کے لیے مجبور کیا تو فرمایا:۔

"دوستو! بات یہ ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ رسالہ ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء میں لکھا اور مرزائے قادیان نے نبوت کا دعویٰ دو۲ سال بعد ۱۳۱۹ھ / ۱۹۰۱ء میں کیا۔ دریں حالات دو سال پہلے اعلیٰ حضرت اس کے خلاف کیا لکھتے؟"

جواب حقیقت پر مبنی اور لاجواب تھا لہٰذا سب نے محسوس کیا کہ فاضل بریلوی کے معاملے میں آج اختر شاہجہان پوری سند کا درجہ رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ اس مکتبے میں آٹھ دس علمائے کرام بیٹھے مصروف گفتگو تھے جن کے درمیان اختر شاہجہان پوری بھی موجود تھے۔ ایک مولوی نے فرمایا کہ یارو! پہلے داتا دربار پر حاضری دینی چاہیے۔ اور سلام عرض کرنے کے بعد پھر یہاں آکر باتیں کریں گے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور جانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ لیکن اختر صاحب بیٹھے رہے۔ پوچھا گیا کہ حضرت آپ نہیں چلتے تو جواب نفی میں تھا۔ اصرار پر بھی نفی میں ہی جواب دیتے رہے۔ تو سب کو حیرانی ہوئی وضاحت طلب کی تو گول مول لفظوں سے ٹرخاتے رہے۔ زیادہ اصرار دیکھا تو فرمایا:۔

"مولانا! کہیں چور بھی عدالت میں خود پیش ہوتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش کی کمائی دن دہاڑے ہماری آنکھوں کے سامنے لٹ رہی ہے اور ہم

Marfat.com

اپنے فرض سے غافل ہیں، داتا صاحب ہم سے راضی نہیں بلکہ ناراض ہوں گے اور حاضری کے وقت اگر ہمارے سر پر جوتے کھڑ کانے لگے تو کیا بنے گا؟ آپ نے اگر اپنا فرض ادا کیا ہے تو جائیں لیکن یہ چور اس اتنے بڑے حاکم کی بارگاہ میں جانے کے قابل نہیں ہے۔"

مولوی صاحبان یہ جواب سن کر حاضری دینے چلے گئے۔ اور اختر شاہجہانپوری اسی طرح اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔

یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس جواب سے مولوی صاحبان کو اپنا فرض ادا کرنے کا احساس ہوا یا نہ ہوا لیکن ہمیں اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ بزرگوں کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے پہلے ہمارے لیے یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ ہم نے کہاں تک اپنے فرض کو ادا کیا ہے۔ بساط بھر اپنا فرض ادا کرتے ہوئے بزرگوں کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو وہ حضرات اسی محبت سے پیش آئیں گے جیسے والدین اپنے بچے کو گود میں اٹھا لیتے ہیں اور ہماری کارکردگی اگر ان کے لیے اذیت کا باعث بن رہی ہو گی تو خالی حاضری اور سلام کرنا کبھی بھی ان دکھوں کا مداوا نہیں کر سکے گا جنھیں اپنی نا اہلی، تن آسانی، فرض سے اغماض اور دنیاوی آرام و راحت کے باعث اپنا مقدر بنا لیا ہو گا۔ ۱۹۷۰ء میں " مرکزی مجلس رضا، لاہور" نے " فتاوی رضویہ" جلد پنجم کو شائع کروانے کا ارادہ کیا اور کتابت کروالی اعلیٰ حضرت کی فقاہت پر مفتی شجاعت قادری کے مضمون کو اس کا دیباچہ بنایا گیا۔ بعد ازاں وہ کتابت مکتبہ نبویہ لاہور کو دے دی گئی۔ اس کی تصیح کا فریضہ اختر شاہجہانپوری نے انجام دیا تھا۔ مفتی صاحب کے مضمون میں عبارتیں قابل اعتراض تھیں۔ جن پر فیض رضا فیصل آباد نے متنبہ کیا۔ اختر صاحب کے علم میں یہ بات آئی تو فیض رضا والوں کے لیے ایک طویل خط برائے اشاعت لکھ جو دسمبر ۱۹۷۲ء کے پرچے میں صفحہ ۱۸، ۱۹ پر شائع ہوا۔ مذکورہ خط کے چند فقرے ملاحظہ ہوں۔

Marfat.com

"چونکہ علمائے اہل سنت کا بورڈ مضامین کو ملاحظہ فرما چکا تھا اور ساتھ ہی زیر بحث مضمون کو امتیازی حیثیت کا حامل قرار دیا گیا تھا۔ علاوہ بریں مضمون نگار صاحب خود ایک جید عالم اور مفتی ہیں۔ ان وجوہات کے تحت اس ناچیز کے قلب میں اس امر کا خطرہ تک نہ گذرا کہ مضمون میں بھی کوئی بات خلاف مسلک ہو سکتی ہے۔ بایں وجہ مطمئن ہو کر صرف صحت کتابت ہی کی طرف توجہ مبذول رکھی اور تنقیدی نظر سے تو آج تک بھی اس مضمون کو نہیں دیکھا تھا۔ ماہ حال کے فیض رضا نے بفیض رضا آنکھیں کھول دیں جن عبارتوں پر گرفت کی گئی ہے۔ راقم الحروف نے بھی مطابقت کرنے اور سیاق وسباق کو بغور دیکھنے، ہر امکانی پہلو کو بغور جانچنے کے بعد انھیں قابل اعتراض اور خلاف مسلک ہی پایا ہے۔"

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اس ناچیز کے ذمے اگرچہ صحت کتابت تھی اس کے باوجود عند اللہ اگر کسی بھی طرح کی ادنیٰ سے ادنیٰ ذمہ داری احقر پہ عائد ہوتی ہے۔ جس میں حسن ظن یا کسی اور وجہ سے احقر سے کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ تو میری اس غلطی کو باری تعالیٰ شانہ معاف فرمائے آمین! اس کے ساتھ ہی یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ مفتی شجاعت علی صاحب کی ان تحریر کردہ عبارتوں سے احقر قطعاً متفق نہیں ہے اور انھیں رضویت کی غلط تصویر اور خلاف حقیقت سمجھتا ہوں کاش ان عبارتوں کو تبدیل کیا جا سکے اور یہ کسی بھی مرحلے پر وقار کا مسئلہ نہ بننے پائیں۔

مفتی شجاعت علی صاحب بھی ان عبارتوں کے بارے میں ضرور وضاحت فرمائیں۔ اور احقر کا ناقص سا مشورہ تو یہ ہے کہ انھیں بے جا تاویلات کے چکر سے بچ کر صاف طور پر ان کی اصلاح وتصحیح کی طرف گامزن ہونا چاہیے۔ غلطی پر اصرار کرنے اور اسے دور از کار

Marfat.com

تاویلوں کے سہارے درست منوانے کا راستہ بڑا پُرخطر ہے جس میں مزید کتنی ہی غلطیوں کا سہارا لینا پڑ جاتا ہے اور یہ روش اہلِ علم حضرات کی شان کے ہرگز ہرگز شایان نہیں اور نہ ہمیں یہ توقع کہ مفتی صاحب جیسے دانش مند حضرات ایسے راستے پر گامزن ہونے کا خیال تک بھی دل میں لائیں گے۔

مکتبہ نبویہ لاہور کے اگر مولانا باغ علی نسیم اور علامہ اقبال احمد فاروقی جراءت رندانہ سے کام لے کر ان خلافِ مسلک عبادتوں کو تبدیل کروانے یا کم از کم ہر نسخے کے ساتھ ایک وضاحتی چٹ لگانے کا اعلان فرما دیں تو اس گئے گذرے زمانے میں بھی رضویت کو اپنی متاعِ عزیز سمجھنے والوں پر ان صاحبان کا یہ عظیم احسان ہوگا۔"

اہل اللہ کا یہی شعار ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلطیوں پر اصرار نہیں کرتے اور انھیں درست منوانے کی غرض سے وہ کبھی بھی بے جا تاویلات کے چکر میں نہیں پڑتے۔ تاویلات کے چکر میں انانیت کا مسئلہ پھنساتا ہے۔ جبکہ وہ حضرات انا کو ختم کر چکے ہوتے ہیں۔ موجودہ علمائے دیوبند اگر چاہیں تو اختر صاحب کی اس روش سے سبق کر کے اپنے اکابر کی کفریہ عبارتوں پر آج بھی نظر ثانی کر کے مسلمانوں کو ایک بہت بڑے اندرونی خلفشار سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اس موقعہ پر مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا۔

غالباً جولائی ۱۹۷۵ء کا واقعہ ہے کہ دوپہر کے وقت پانچ سات مولوی صاحبان "مکتبہ حامدیہ لاہور" میں بیٹھے مصروفِ گفتگو تھے کہ دس بارہ میل سے سائیکل چلاتے ہوئے عین ساڑھے بارہ بجے اختر شاہجہان پوری بھی آ پہنچے۔ اتنی شدت کی گرمی میں، عین دوپہر کے وقت اتنی دور سے سائیکل چلا کر آنا، اعلائے کلمۃ الحق کا وہ جنون تھا جس نے سب کو بے حد متاثر کیا۔ ابھی اختر صاحب کا پسینہ بھی نہیں سوکھا تھا کہ مولانا شبیر احمد ہاشمی مدظلہ العالی نے حاضرین سے فرمایا:۔

"حضرات علمائے کرام! میں بارگاہ خداوندی میں آج خصوصی دعا کرنا چاہتا

ہوں اور متوقع ہوں کہ آپ تمام حضرات میری دعا پر آمین کہیں گے۔
حاضرین نے وعدہ کیا اور سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ مولانا ہاشمی صاحب عرض گذار ہوئے :"

" یا الٰہی ہم جملہ حاضرین برضا و رغبت تیرے حضور میں یہ التجا پیش کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کی اجتماعی جتنی عمر باقی ہے۔ وہ ہمارے بھائی مولانا اختر شاہ جہان پوری کو عطا فرما دی جائے۔ تاکہ وہ دینِ متین کی خدمت کے کام تو آجائے "

ایک کے سوا تمام حاضرین نے اس پر آمین کہی۔ کیونکہ اندرونِ خانہ وہ اختر صاحب کو اپنی شہرت کے لیے خطرے کا الارم سمجھتے تھے۔ ہاشمی صاحب نے ان سے آمین نہ کہنے کی وجہ پوچھی تو ہنستے ہوئے فرمایا کہ حضور والا! اگر ہماری سب کی عمریں انھیں مل جائیں تو ان کے کاموں کو دیکھے گا کون؟ دیکھنے کے لیے کم از کم ایک آدمی تو زندہ رہنا چاہیے۔

چند ماہ ہوئے کہ اختر صاحب کے ایک دوست حاجی فیروزالدین صاحب نے ان سے کہا کہ حضور والا! آپ کو دینی کاموں کی غرض سے اتنی بھاگ دوڑ کرنی پڑتی ہے لہٰذا سکوٹر خرید لینا چاہیے۔ اگر مجبوری ہے تو کم از کم نئی سائیکل خرید لیجیے اور اس پرانی سائیکل کا دارالعلوم دیوبند کی طرح صد سالہ جشن منا کر بیچاری کو چھٹی دے دیجیے۔ فرمایا کہ حاجی صاحب! اس سائیکل کے برابر موجودہ بزرگوں میں سے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر شاید ہی کسی بزرگ نے پیدل سفر کیا ہو۔ اس بیچاری نے گرمی، سردی، رات دن، صبح و شام، اندھیرے اجالے، وقت بے وقت آندھی اور بارش جیسے مواقع پر بھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔ دینی کاموں میں مجھے اتنی مدد دی کہ شاید کسی سے نہ بن پڑی ہو۔ اگر یہ انسان ہوتی تو شاید بزرگی سے کچھ نہ کچھ حصہ پا لیتی۔ ایسی خوش نصیب، بابرکت اور دینی کاموں میں انتھک ساتھ دینے والی چیز کو میں ناقدروں کے سپرد کردوں؟

Marfat.com

حاجی صاحب! اسے اپنی آنکھ سے نہیں بلکہ میری آنکھوں سے دیکھنا چاہیے۔

اختر صاحب کا یہ مقالہ " اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام " پہلی دفعہ ۱۹۷۱ء میں " مرکزی مجلسِ رضا " لاہور کے زیرِ اہتمام منظرِ عام پر آیا۔

اسی سال ماہنامہ " حنفی " فیصل آباد نے اسے تین قسطوں میں پیش کیا تھا۔

ماہنامہ المیزان بمبئی کے اعلیٰ حضرت نمبر میں پورا نقل کیا گیا اور شرکتِ حنفیہ لاہور والوں نے اسے انوارِ رضا میں پورے کا پورا شامل کیا۔

اب ۱۹۸۴ء میں " فرید بک سٹال " اردو بازار لاہور سے دوسری دفعہ آفسٹ پر شائع ہونے لگا ہے۔

شاہجہان پوری صاحب قریباً چار سال یعنی ستمبر ۱۹۸۰ء سے " فرید بک سٹال لاہور کے ساتھ منسلک ہیں اور کتب احادیث کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں ۱۲ فروری ۱۹۸۱ء سے مختلف امراض کے باعث اگرچہ نڈھال ہیں۔ لیکن گرتے پڑتے مردانہ وار کام کر رہے ہیں۔

ان کے اردو ترجموں سے مزین ہو کر صحیح بخاری، سنن ابنِ ماجہ اور موطا امام مالک منظرِ عام پر آ چکیں۔ جبکہ سنن ابوداؤد ترجمہ و حواشی کے ساتھ منظرِ عام پر آنے کے لیے پر تول رہی ہے۔ الحمد للہ کہ یہ بھی بڑا کام ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ ان کی معرفت حدیث کی اور کئی کتابوں کے اردو ترجمے اہلِ علم حضرات کو میسر آ سکیں گے۔ اور علمائے اہلِ سنت پر تساہل کا جو دھبہ لگا ہوا تھا وہ کافی حد تک مٹ جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قدرت نے جہاں اختر صاحب کو بے پناہ قلمی صلاحیتوں سے نوازا ہے وہاں سیّد اعجاز احمد شاہ صاحب کو بھی خدائے ذوالمنن نے اشاعتی وسائل سے مالا مال کیا

Marfat.com

ہوا ہے۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کی ضرورت تھے۔ جسے وہ خود بھی محسوس کرتے ہوں گے۔ لہٰذا اب بجا طور پر امید کی جا سکتی ہے کہ اختر صاحب کی جو درجنوں تصانیف زیور طباعت سے محروم ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ مستقبل قریب میں شاہ صاحب کی معرفت منظرِ عام پر آجائیں گی۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

فقیر محمد شعبان نقشبندی عفا اللہ عنہ

لاہور چھاؤنی

۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

مطابق ۲۱ر جون ۱۹۸۴ء

Marfat.com

# اعلیحضرت کا فقہی مقام

فقیہ اعظم ہندوستاں احمد رضا تم ہو

امام فقہ ہیں عرش آستاں احمد رضا تم ہو

Marfat.com

# تمہید

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات!
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

ذیل میں دنیائے اسلام کے بطلِ جلیل، چودھویں صدی کے مجدد و فقیہ اعظم یعنی اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے "فقہی مقام" پر کچھ عرض کرنا ہے کیونکہ آپ ہی توحید و رسالت کے حقیقی علمبردار اور اسلام کی صحیح ترین تصویر یعنی مقدس حنفیت کے سرگرم مبلغ و بے باک ترجمان تھے۔

خامۂ قدرت نے آپ کو زبانِ خواص سے اعلیحضرت، امام اہلِ سنت اور مجدد مأتہ حاضرہ کے جلیل القدر القابات سے یاد کرایا۔ آپ ۱۰ رشوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ رجون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ پیدائشی نام "محمد" اور تاریخی نام "المختار" ۱۲۷۲ھ ہے۔ جد امجد مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ آپ کو "احمد رضا خاں" کہتے لیکن خود فاضل بریلوی قدس سرہٗ بڑے فخریہ انداز میں اپنے لیے "عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں" لکھا کرتے تھے۔

محافظ تھا جو ناموسِ رسالت کا زمانے میں
جسے یہ فخر تھا کہ "ہوں میں عبد المصطفیٰ" تم ہو

اعلیحضرت نے خود اپنی تاریخ ولادت آیتِ ذیل سے نکالی: اُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۱۴ رشعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو فارغ التحصیل ہو کر منصب افتاء پر متمکن ہوئے۔ حالانکہ عمر اس وقت صرف تیرہ سال دس ماہ تھی اور اسی وقت

Marfat.com

سے آخری دم تک منواتر چون سال، اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر تن، من، دھن کی بازی لگائے رکھی

وصال سے چار ماہ دس روز بیشتر خود اپنی تاریخ وفات اس آیہ کریمہ سے نکال لی :۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَّأَكْوَابٍ" مگر افسوس کہ سُنیوں نے اپنے اس محسن کے علمی کارناموں کو نہ کما حقہ، محفوظ کیا اور نہ دنیا والوں کو اس نابغۂ عصر کی علمی عظمت سے آشنا کرانے کی زحمت ہی گوارا کی۔ دوسری طرف مخالفین نے اس آسمان علم وعرفان کی طرف دھول اڑانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ مذکورہ حقائق کے باوجود اعلیحضرت علیہ الرحمہ کا نام ان کے عظیم علمی کارناموں کی وجہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

آپ نے مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی نظریات کی پیوند کاری کرنے والوں سے قلمی جہاد کیا نیز علمائے حق، وعلمائے سوء میں پہچان کرائی اور ایسے "مصلحین"، کے تعاقب میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے جنہوں نے نئے نئے فرقے بنا کر مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور جو بات بات پر سچے اور پکے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی وغیرہ ٹھہراتے رہتے تھے آپ نے براہین قاطعہ سے ان کے سارے مزعومہ دلائل کے تار پود بکھیر کر رکھ دیے۔

خالق کائنات جل جلالہٗ کی صفات کو جب علماء نے اپنے غلط عقلی پیمانوں سے ماپنا شروع کر دیا اور سرورِ کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات عالیہ کی حدود ایسی متعین کرنے لگے جن کی ایک امتی کہلانے والا ہرگز جسارت نہیں کرسکتا تو اعلیحضرت نے عظمت خداوندی اور شانِ مصطفوی کا علم بلند کیا اور کسرِ شان کرنے والوں کے دلائل فاسدہ وخیالات کاسدہ کا عمر بھر رد بلیغ کرتے رہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی وہ جرم ہے جس کی پاداش میں وہ آج تک بعض حلقوں میں سب وشتم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

آپ بزرگوں کے اس درجہ مودب تھے کہ چھ سال کی عمر میں بغداد شریف کی سمت

Marfat.com

معلوم ہونے پر، پھر کبھی اس طرف پاؤں نہیں پھیلائے کسی بزرگ کا نام مناسب القاب اور دعائیہ کلمات کے بغیر کبھی نہ لکھا۔ آپ نے اللہ تعالےٰ کو "اللہ میاں" کہنا غلط بتایا اور سمجھایا کہ درود شریف کا (صلعم، ص، عم) وغیرہ اشارات سے اختصار کرنا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کے خلاف فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ کے قبیل سے ہونے کی بنا پر دلیلِ محرومی ہے۔

آپ کے نزدیک صحابۂ کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے رضؓ اور دیگر بزرگوں کے ناموں پر رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ رح لکھنا ناپسندیدہ تھا کیونکہ یہ بدعتِ قبیحہ اور بزرگوں کی شان گھٹانے والوں کی ایجاد ہے۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ نے چار سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا، چھ سال کی عمر میں میلاد شریف پڑھا، آٹھ سال کے ہوئے تو "ہدایۃ النحو" کی عربی میں شرح لکھ دی اور تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں اپنے والد ماجد، امام المتکلمین، مولانا نقی علی خاں (المتوفی ۱۲۹۷ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی مسندِ افتا کو زینت بخشی۔ اس نابغۂ عصر اور عارفِ کامل نے ۱۲۹۴ھ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حضرت سید آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت کی اور ساتھ ہی اجازت و خلافت اور خرقہ سے سرفراز ہوئے۔

۱۲۹۵ھ میں والدین رحمہما اللہ تعالےٰ کے ہمراہ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا اور دوسری بار ۱۳۲۳ھ میں مشرف ہوئے۔ حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ الفاہم جیسی مایہ ناز تصانیف اسی مقدس موقع کی مبارک یادگاریں ہیں۔ ۱۲۹۵ھ میں شافعیہ کے امام مولانا حسین بن صالح جمل اللیل مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیحضرت کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اِنِّیْ لَاَجِدُ نُوْرَ اللّٰہِ فِیْ هٰذَا الْجَبِیْنِ پھر انہوں نے صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی سندیں اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر

Marfat.com

عنایت فرمائیں اور آپ کو ضیاء الدین احمدؒ کے نام سے موسوم کیا۔

۵ نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے میں
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

مرشدِ برحق، حضرت آلِ رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "بروزِ حشر اگر باری تعالیٰ پوچھے گا کہ اے آلِ رسول! دنیا سے میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو عرض کر دوں گا کہ اے پروردگار! میں تیرے لیے احمد رضا لایا ہوں۔" اعلیٰحضرت نے پچاس علوم و فنون پر مشتمل ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں لکھیں جن میں سے بعض علوم تو ایسے ہیں کہ آج کل کے نابغۂ عصر اور مجدد و محقق بننے والے اُن کے ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔

آپ چونکہ سچے عاشقِ رسول تھے اسی لیے مسلمانوں کو عشقِ رسول کے جام پلاتے رہے کیونکہ یہی جانِ اسلام و روحِ ایمان ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا، "اگر میرے دل کو چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دو تو ایک پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا پاؤ گے۔ اپنی زندگی کی تصویر خود قطعۂ ذیل میں یوں کھینچ دی تھی:

نہ مرا نوش ز تحسین، نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے، نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنجِ خمولے کہ نہ گنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

اگر آپ فرقِ باطلہ کے علمبرداروں کو نہ ٹوکتے، مقدس اسلام کے مخصوص عقائد و نظریات کی من مانی تعبیریں کرنے والوں کا محاسبہ نہ کرتے تو تمام فرقوں کے نامور علماء اس عبقریٔ اسلام کی علمی عظمت کو برملا تسلیم کرتے لیکن کسی بھی مجدد کو ایسی جھوٹی عزت کی کبھی خواہش نہیں ہوئی، چونکہ آپ بھی عظمتِ خداوندی اور ناموسِ مصطفوی کے سچے نگہبان تھے اسی لیے طعن و تشنیع اور تحسین و آفرین سے بے نیاز ہو کر ہر حالت میں اپنا فرض ادا کرتے رہے۔

Marfat.com

کسی زندہ قوم میں اس مرتبے کا کوئی عالم پیدا ہو جاتا تو وہ قوم اس کے علوم وفنون سے نہ صرف خود مستفید ہوتی بلکہ تمام دنیا کو اس کے افکار ونظریات پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور کر دیتی۔ علمائے اہلِ سنت کی بے حسی کا کون اندازہ کر سکتا ہے جبکہ اس یگانہ روزگار و نابغہ عصر کے اکثر علمی شاہکار زیورِ طبع سے محروم اور زینتِ طاقِ نسیان بنے ہوئے ہیں۔

آئندہ سطور میں دورِ حاضر کے فقیہ اعظم یعنی امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے "مقام فقہ" کے متعلق "مرکزی مجلسِ رضا" کی دعوت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ میں صرف ازراہِ عقیدت یہ جراءت کر رہا ہوں ورنہ نہ میرا یہ منصب نہیں اور نہ اتنی قابلیت کہ ایسی باکمال ہستی کا کمال فقہ دانی بیان کر سکوں اس ضمن میں مجھے ہیچ دانی اور علمی بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔

یہ زندہ حقیقت ہے کہ جملہ مدعیان اسلام میں اہلسنت وجماعت ہی ناجی گروہ اور سوادِ اعظم ہیں۔ قرآن وحدیث اور ان سے متعلقہ سارا علمی وقلمی سرمایہ ملت اہلسنت وجماعت کا ہے اگر ان حضرات کے علمی کارناموں کو ایک طرف رکھ کر دیکھا جائے تو باقی تمام فرقوں میں سے کسی کے پلے کوئی قابلِ ذکر چیز باقی نہیں رہتی آج بھی تمام مدعیانِ اسلام میں اہلسنت و جماعت کہلانے والوں کی تعداد تقریباً تین چوتھائی ہوگی۔ اور قریباً ہر دور میں یہی حالت رہی ہے۔ اس زندہ حقیقت کے باوجود بھی کیا اہلسنت وجماعت کے سوادِ اعظم ہونے کے لیے، کوئی اور ثبوت درکار ہے؟

فقہی لحاظ سے اہلسنت وجماعت کے چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں چاروں مذاہب برحق ہیں کیونکہ چاروں آئمہ مجتہدین نے قرآن وحدیث کے فرمودات کو خوب سمجھا، دوسروں سے بہتر سمجھا اور مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ چاروں سے منہ موڑ کر اپنی تحقیق کی گاڑی چلانے والا ہرگز ہرگز صراطِ مستقیم پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ ان چاروں میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء) کو بالاتفاق تمام آئمہ وفقہائے

Marfat.com

امام اعظم تسلیم کیا ہے سرمایہ ملت کے ایک عظیم الشان محافظ یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء) حضرت امام اعظم کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں۔

| | |
|---|---|
| از علو شان امام بزرگ ترین بزرگواران امام اجل، پیشوائے اکمل، ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہ نویسد کہ اعلم و اورع و اتقائے مجتہدین است، چہ شافعی و مالک و چہ احمد بن حنبل، امام شافعی می فرماید، الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفۃ [1] | بزرگوں کے اس بزرگ ترین امام یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کیا لکھا جائے جب کہ وہ امام اجل اور پیشوائے اکمل تھے نیز علم ورع اور تقویٰ میں تمام مجتہدین سے بڑھ کر تھے خواہ امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل ہی ہوں امام شافعی فرماتے ہیں کہ فقہ میں تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کے بال بچے ہیں۔ |

⁂ ⁂ ⁂

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دقت نظر و بلند پروازی تک رسائی نہ ہونے کے باعث بعض لوگوں نے ان پر اعتراضات کیے اور کئی محدثین حضرات نے انھیں اصحاب الرائے کے نام سے یاد کیا۔ حالانکہ امام اعظم کے ہاں ایک بات بھی ایسی نہیں جو قابل اعتراض ہو۔ اس صورتِ حال پر افسوس کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقت نفس الامری کا یوں اظہار فرمایا ہے۔

| | |
|---|---|
| وائے ہزار وائے از تعصب ہائے بارد ایشاں و از نظر ہائے فاسد ایشاں بانئ فقہ ابوحنیفہ است | حاسدوں کے بے جا تعصب اور ان کی غلط بین نظروں پر افسوس، ہزار افسوس فقہ کے بانی امام ابوحنیفہ ہیں اور فقہ سے |

[1] احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مبدا و معاد، مطبوعہ کراچی، ص ۵۵

Marfat.com

وسہ حصّہ از فقہ اورا مسلم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند در فقہ صاحب خانہ اوست و دیگراں ہمہ عیال دے اند۔ باوجود التزام ایں مذہب مرا با امام شافعی گویا محبت ذاتی است و بزرگ میدانم لہذا در بعضے اعمال نافلہ تقلید مذہب او می نمایم اما چہ کنم کہ دیگراں را باوجود وفور علم و کمال تقوای در جنب امام ابی حنیفہ در رنگ طفلاں می یابم[1]

تین حصّے ان کے لیے مسلّم ہیں جبکہ باقی ایک چوتھائی میں سارے شریک ہیں فقہ میں صاحب خانہ وہی ہیں۔ اور باقی سارے ان کے ہی بال بچے ہیں اس مذہب حنفی کی پابندی کرنے کے باوجود مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے اور بعض نفلی کاموں میں ان کی تقلید بھی کر لیا کرتا ہوں لیکن کروں کیا کہ دیگر مجتہدین کو وافر علم اور کمال تقویٰ کے باوجود امام ابوحنیفہ کے سامنے بچوں کی شکل میں دیکھتا ہوں۔

یوں تو چاروں فقہی مذاہب حق و صداقت پر مبنی اور صراط مستقیم ہیں لیکن قرآن و حدیث کے حقیقی مفہوم و معانی سے مذہب حنفی کو زیادہ قرب حاصل ہے اور یہ مذہب اپنے اصول و فروع میں دیگر مذاہب سے ممتاز ہے۔ کشور کشف و روحانیت کے فرماں روا راز ہائے سربستہ کے آشنا، حق و صداقت کے علمبردار رہنما یعنی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے کشف کے ذریعے اس زندہ دینی و علمی حقیقت یعنی مذہب حنفی کی انفرادیت کے بارے میں اپنے شہزادگان یعنی خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۵۹ء) اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء) کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے انھیں یہ بھی بتایا اور اس حقیقت کے چہرے سے یوں پردہ ہٹایا:۔

[1] احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۵۵

Marfat.com

بے شائبۂ تکلف وتعصب گفتہ میشود کہ نورانیت ایں مذہبِ حنفی بنظرِ کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید وسائر مذاہب در رنگِ حیاض وجداول بنظری در آیند وبظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سوادِ اعظم از اہلِ اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان وایں مذہب باوجود کثرت متابعان در اصول وفروع از سائر مذاہب متمیز است ودر استنباط طریق علیحدہ دارد وایں معنی مبنی از حقیقت است [1]

تکلف وتعصب سے ہٹ کر کہا جا سکتا ہے کہ کشفی نظر سے دیکھیے تو اس مذہبِ حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔ جبکہ دیگر تمام مذاہب حوضوں اور تالابوں کی شکل میں نظر آتے ہیں ظاہری نظر سے دیکھیں تب بھی یہی صورتِ حال سامنے نظر آتی ہے۔ کہ اہلِ اسلام کا سوادِ اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہیں اور یہ مذہب پیروکاروں کی کثرت کے علاوہ اصول وفروع میں دیگر مذاہب سے امتیاز رکھتا ہے اور استنباط کا طریقہ ہی جدا رکھتا ہے۔ اور یہ بات حقیقت پر مبنی ہے۔

⁂ ⁂

مذہبِ حنفی کی اس انفرادیت وخصوصیت ہی کا کرشمہ ہے کہ اس کے پیروکار ہر دور میں جملہ مدعیانِ اسلام کا تقریباً دو تہائی حصہ رہے ہیں اور آج بھی جبکہ دنیا کے اندر مدعیانِ اسلام کی تعداد اسّی کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ تو حنفی مذہب کی پیروی کرنے والے پچاس کروڑ سے زیادہ ہی ہوں گے۔ جو افغانستان، پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ایران، عراق، ترکی، سعودی عرب، اردن، شام، چین، روس اور دنیا کے تقریباً ہر ملک میں

---

[1] احمد سرہندی، مجدد الف ثانی، مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۵۵

Marfat.com

پھیلے ہوئے ہیں۔ فقہ حنفی کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ مختلف ادوار کے اندر اسے دنیا کے کئی ممالک میں ملکی قانون ہونے کی حیثیت بھی حاصل رہی ہے۔

فقہائے احناف کے علمی کارنامے سرمایہ ملت کا ایک معتد بہ حصہ ہیں۔ ماضی قریب میں احناف کے مایہ ناز فقیہ علامہ سید محمد امین بن عمر عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء) میدان فقاہت کے ایسے شہسوار ہوئے ہیں کہ گذشتہ دور میں انکی نظیر نظر نہیں آتی موصوف نے درمختار شرح تنویر الابصار کی ردالمحتار کے نام سے شرح لکھی جو فقہ میں ان کی علمی وسعت دقت نظر اور بلند پروری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس کے باعث دنیا کی علمی ہستیوں نے علامہ شامی کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

گذشتہ صدی میں امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے ردالمحتار کی عربی میں پانچ ضخیم جلدوں کے اندر جدالممتار کے نام سے شرح لکھی جسے دیکھ کر کوئی انصاف پسند اور صاحبِ نظر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ امام احمد رضا واقعی فقہ میں علامہ شامی سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ امام احمد رضا کا اردو فتاوٰے بڑے سائز کی بارہ ضخیم جلدوں میں ہے بعض فتوے آپ نے اتنی وسیع النظری سے لکھے ہیں کہ امام احمد رضا پر مجتہد ہونے کا گمان گزرنے لگتا ہے۔

امام احمد رضا خان کو دوچار نہیں بلکہ پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں کمال مہارت حاصل تھی کئی علوم تو ایسے ہیں جن میں آپ درجہ امامت پر فائز تھے۔ کئی علوم وہ ہیں جو آپ کے ساتھ ہی دفن ہو گئے۔ اور ان میں مہارت رکھنا تو دور کی بات ہے ان سے ادنیٰ سی واقفیت رکھنے والا بھی روئے زمین پر کوئی نظر نہیں آتا۔ ہر علم وفن میں آپ کی متعدد تصانیف موجود ہیں۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا تو لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ وہ دادِ تحقیق دی کہ مایۂ ناز علمی ہستیاں بھی پھڑک اٹھیں۔ اور تازیست رضوی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتی رہیں۔

Marfat.com

حق وصداقت سے عناد رکھنے والوں کے خلاف امام احمد رضا نے قلم اٹھایا تو کسی کے لیے ایک لفظ لکھنے اور اس موضوع پر زبان کھولنے کی گنجائش نہ چھوڑی۔ برٹش گورنمنٹ نے اپنے پر فتن دور میں حشرات الارض کی طرح لصوصِ دین پھیلائے جو بڑے خوشنما علمی و روحانی لبادوں میں عوام الناس کے سامنے آئے تو امام احمد رضا نے ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک متواتر چوّن سال ان کا محاسبہ جاری رکھا اور سرِ راہزنِ دین وایمان کے چہرے کی نقاب کو ایسے مجددانہ اور بے مثال انداز سے ہٹایا کہ ہر صاحبِ نظر کو ان کے بدنما چہرے صاف نظر آنے لگے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کو اس دنیا سے گئے ہوئے چونسٹھ سال ہو گئے لیکن علم و فضل کے تمام تر دعادی کے باوجود کسی مخالف سے ان کی کسی چھوٹی سے چھوٹی تصنیف کا جواب نہ ان کی زندگی میں بن پڑا اور نہ وصال کے بعد سے آج تک کسی کتاب کا جواب لکھا جا سکا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

ہاں مخالفین نے یہ ضرور کیا ہے کہ امام احمد رضا کی زندگی میں اور ان کے وصال سے آج تک ان کے خلاف دل کھول کر لکھا۔ بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا وہ کون سا الزام تھا جو ان کے سر نہ دھرا، وہ کون سا جرم تھا جو ان کے نام سے نہ جڑا، وہ کون سی گمراہی تھی جس کی امام احمد رضا سے نسبت نہ کی۔ اسلام دشمنی اور ملّت فروشی کا وہ کون سا کام تھا جس کا سہرا انھوں نے امام احمد رضا کے سر پر نہ باندھا ہو۔ فاضل بریلوی کی عداوت میں وہ لوگ ایسے اندھے بہرے ہو گئے کہ ظاہری دین و دیانت اور تہذیب و شرافت کے تمام تقاضے چھوڑ دیے۔ سب سے آنکھیں بند کر کے تقریباً ایک صدی سے عوام الناس کو یہ باور کرانے پر ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں اسلام و مسلمین کا بدخواہ اور ایک گمراہ انسان تھا۔ بغض وعناد کی اتنی گندی شراب پی بیٹھے ہیں کہ اس ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لیے ان مہربانوں نے ہزاروں جھوٹوں کا سہارا لیا ہے۔ ان جھوٹوں پر

Marfat.com

مبنی ہزاروں کتب و رسائل پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پھیلا رکھے ہیں عداوت کی ایسی آگ لگی ہے کہ بجھنے میں نہیں آتی اور بجھے کیسے جبکہ حقانیت و صداقت انھیں ایک آنکھ نہیں بھاتی وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔

بہر حال مخالفین نے وہی کیا جو حق و صداقت سے عناد رکھنے والے ہر دور میں کرتے آئے ہیں لیکن حق و صداقت کے موجودہ علمبرداروں اور امام احمد رضا خاں کو چودھویں صدی میں کشتیٔ ملت کا ناخدا اور سرمایہ ملت کا نگہبان جاننے اور ماننے والوں نے ان کی حمایت میں کتنا کام کیا ؟ اس سوال کا جواب، اتنا افسوس ناک ہے کہ ہر صاحب نظر کا سر ندامت سے جھک جاتا ہے ۔ کیا یہ حالات کی ستم ظریفی نہیں کہ آج سے پندرہ سولہ سال پہلے سرمایہ ملت کے اس نگہبان کی حمایت میں ہمارے موجودہ راہنماؤں کی جانب سے ایک بھی قابلِ ذکر کتاب منظرِ عام پر نہیں آئی تھی ۔ مخالفین نے فاضل بریلوی کے خلاف ہزاروں صفحات پاک و ہند کے گوشے گوشے میں بکھیر دیے ۔ الزامات کے انبار لگا دیے لیکن عقیدت مندوں نے حمایت میں خاموشی کس مصلحت کے تحت اختیار کیے رکھی ؟ سچی بات یہ ہے کہ کم از کم اس ناچیز کو اس خاموشی اور خود فراموشی کا آج تک کوئی معقول جواب اور جواز نہیں مل سکا ہے ۔

دریں حالات یہ گدائے در اولیاء اور علمائے کرام کا نعلین بردار جس نے چھ سال پہلے اپنے موجودہ علمائے کرام و مشائخ عظام کی خدمت میں تجلیات امام ربانی کے اندر چند گذارشات پیش کی تھیں آج پھر دست بستہ اور بڑے عاجزانہ اور ملتجیانہ لہجے میں ان سوالات کو دہراتا ہے تاکہ ہماری کشتی کے یہ جملہ ناخدا اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پیش ہونے سے پہلے ، وہاں بازپرس ہونے سے قبل حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا کے تحت اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھ لیں ۔ اپنی اپنی مساعی جمیلہ کا جائزہ لے سکیں اور یہ اندازہ فرما سکیں کہ اس پُرفتن دور میں جبکہ گمراہی کے سیلاب چاروں طرف سے امڈ کر آئے ہوئے ہیں جو اسلامی اقدار کو بہا کر لے جا رہے ہیں تو ملتِ اسلامیہ کے موجودہ راہنماؤں، علم پیغمبر کے ان وارثوں اور سرمایہ ملت کے ان

Marfat.com

نگہبانوں نے اسلام و مسلمین کی خیر خواہی میں ان سیلابوں کا رخ موڑنے اور ان کے آگے دیواریں کھڑی کرنے پر کس درجہ تن من دھن کی بازی لگائی ہوئی ہے ۔ ان حضرات میں سے ہر ایک اپنے کارناموں کا طول و عرض خود ملاحظہ فرمائے اور اطمینان قلب حاصل کرے کہ اب محشر کی باز پرس کا خطرہ نہیں ہے ۔

خدا شاہد ہے کہ اپنا مقصد کسی کی تنقیص و تضحیک نہیں بلکہ مدعا صرف یہی ہے کہ جو حضرات اپنے اندر کسی قسم کی کوتاہی محسوس کریں وہ اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں پیش ہو کر جواب دینے سے پہلے سرخ رو ہونے کا سامان فراہم کر سکیں ممکن ہے اس عصیاں شعار کے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ ان بزرگوں کی نظر سے گذریں اور وہ اپنی مساعیِ جمیلہ کو تیز سے تیز تر کر دیں اور انفرادی کوششوں کے ساتھ شاید کوئی ایسا مردِ مجاہد اور مردِ حق آگاہ بھی کھڑا ہو جائے جو دین کی خدمت اور ملّتِ اسلامیہ کی خیر خواہی و راہنمائی میں گوئے سبقت لے جائے اور ایسا اجتماعی نظام قائم کرے جس سے ہر میدان میں خاطر خواہ کام ہو سکے ۔ اس ناچیز کی یہی وہ دلی تمنا ہے جس نے موجودہ راہنماؤں سے یہ سوالات کرنے پر مجبور کیا ہے ۔

۱۔ حضور والا ! ملک کے اندر حکمران اسی طرح ہوتا ہے جیسے جسم میں روح ۔ ملک و ملّت کی اصلاح کا راز حکمرانوں کی اصلاح میں پوشیدہ ہے ۔ پاکستان کو قائم ہوئے خدا کے فضل و کرم سے سینتیس [۳۷] سال کا عرصہ گذر چکا ہے ۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی اس مملکتِ خداداد میں قائدِ اعظم سے قائدِ عوام تک کہلانے والے کتنے ہی حکمران آئے اور دنیا سے چلے گئے اِس عرصہ میں آپ حضرات نے انھیں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اسلام کا گرویدہ بنانے کی کس حد تک کوشش فرمائی اور اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوا تھا ۔

۲۔ سکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ ہی آجکل حکومت کی مشینری کے پرزے بنتے ہیں ۔ ان پرزوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی خاطر آپ حضرات نے ان میں پڑھائے جانے والے نصاب کی کتابیں لکھ کر موجودہ کالجوں کو کہاں تک مشرف بہ اسلام کیا ہے ؟ اگر اس طرف توجہ ہی

Marfat.com

نہیں فرمائی اور یہ سوچ کر چشم پوشی روا رکھی کہ غیر اسلامی ذہن رکھنے والے بھی اگر حکمران بنتے رہے اور وہ اسلامی اقدار کو مٹاتے رہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ دریں حالات ازراہِ کرم اتنا ہی بتا دیا جائے کہ اس ملک کی فضاؤں کو پادریوں نے اسلامی بنانا ہے یا پنڈتوں نے؟

۳۔ آپ حضرات کی کتنی ایسی تصانیف ہیں جو اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ کے قلوب و اذہان کو جِلا بخش رہی ہیں؟ اگر ایسی کتابیں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں تو ان اداروں میں تربیت پانے والے نونہالانِ چمن کی دینی موت میں آنجناب کا بھی کچھ حصّہ ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ جب ان کا مقدمہ بارگاہِ الٰہیہ میں پیش ہو تو ان کے قاتلوں کی فہرست میں آپ حضرات میں سے کسی کا نام تو نہیں آئے گا؟

۴۔ سکولوں اور کالجوں میں آپ کے بچے بھی پڑھ رہے ہیں ان کے اندر گمراہ گروں کی لکھی ہوئی کتابیں بھی پڑھائی جا رہی ہیں۔ بعض دشمنانِ دین و ملت کو مایہ ناز بزرگ اور کشتیٔ ملت کے ناخدا بتایا جاتا ہے۔ کتنے ہی بچے آپ کے دیکھتے ہوئے اس لٹریچر کے باعث ان نام نہاد بزرگوں کے معتقد ہو کر اصلی بزرگوں اور ان کے راستے سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ اپنے بچوں کو یوں بے دردی سے گمراہی کے عمیق گڑھے میں دھکیلنے والوں کو جنت کا کون سا طبقہ ملے گا؟

۵۔ ذرائع ابلاغ سے تبلیغ کا کام برق رفتاری سے ہوتا ہے۔ آج کسی قوم کو بنانے اور بگاڑنے میں ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ کیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو آپ حضرات کی نظر کیمیا اثر نے سچا مسلمان بنا لیا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آپ کے دیکھتے ہوئے ایک فاسق و فاجر کا پارٹ ادا کر رہے ہوں؟

۶۔ کسی شہر میں ماہوار آپ کے کتنے جلسے ہوتے ہیں اور اسی شہر میں کتنے سینما شو دکھلائے جاتے ہیں؟ دونوں جانب حاضرین کا تناسب بھی مدنظر ہو گا قوم کی اس راہ روی اور ذہنی عیاشی کا یقیناً آپ نے کوئی علاج کرنے کی کوشش فرمائی ہو گی۔ کہیں نتیجہ برعکس تو برآمد

Marfat.com

نہیں ہوا کیونکہ دیکھنے میں تو یہی آرہا ہے کہ دینی جلسوں کا نام ہی باقی رہ گیا ہے جبکہ سینماؤں کا جال پھیل چکا ہے بلکہ اب تو ٹیلی ویژن اور وی سی آر کی بدولت بے شمار گھرانے خود ہی سینما گھر ہو چکے ہیں۔ اس صورتِ حال کی ذمہ داری کسی حد تک آپ پر بھی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

۷۔ اخبارات قوم کے ترجمان ہوتے ہیں کیا پاکستان کے اخبارات واقعی ملت اسلامیہ کی ترجمانی کا فریضہ ادا کر رہے ہیں؟ یہ حق و صداقت کے بیباک ترجمان بن کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کر رہے ہیں یا ہر چڑھتے سورج کی پوجا کرنے اور "چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی" والی پالیسی پر عمل پیرا ہیں؟ بھلا اس ستم ظریفی کو قبول فرما لینے یا خاموشی اختیار کرنے میں کون سی مصلحت اور دارین کی بھلائی نظر آئی؟

۸۔ پورے ملک میں اہل سُنت وجماعت کے کتنے سہ روزہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہوار رسالے ہیں جو کامیابی کے ساتھ چل رہے ہوں اور وہ عام مسلمانوں کو راہ حرم دکھا رہے ہوں؟ اگر ایسا ایک پرچہ بھی نہیں تو اس کی ذمہ داری عوام الناس پر ڈالی جائیگی یا بلا شرکتِ غیرے وارث علم ہمبیر پر؟

۹۔ اہلِ سنت کے جو دینی رسالے اس دور میں جو گھٹنوں چل رہے ہیں یا دم توڑ رہے ہیں ان کے ساتھ آپ نے دامے درمے، قدمے سخنے کس حد تک تعاون فرمایا ہے؟ اگر بالکل نہیں تو اس کی کوئی معقول وجہ؟

۱۰۔ اہل سنت وجماعت کی دینی درسگاہیں کیوں سونی پڑتی جا رہی ہیں؟ امید ہے کہ کامیاب مدرسین کی قلت کے اسباب پر آپ نے ضرور غور فرمایا ہو گا یقیناً آپ کے علم میں یہ بات بھی ہوگی کہ دیابنہ کی درسگاہیں کیوں دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہیں۔ اپنے دینی مدارس کے تنزل میں غیروں کی سازش کارفرما ہے یا صرف آپ حضرات کی بے تدبیری؟

Marfat.com

۱۱۔ درس نظامی کی کتنی کتابوں کو شائع کروانے کا آپ حضرات کی جانب سے اہتمام ہوتا رہا ہے۔ اگر اس جانب متوجہ ہونے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی تو اس اغماض کی معقول اور قابل قبول وجہ کیا ہے؟

۱۲۔ درس نظامی کی کتنی کتابوں پر آپ کے حواشی اور شروح ہیں؟ اگر آپ کی درس گاہوں میں وہی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن پر گمراہ گروں نے حواشی لکھے ہیں تو اس صورت حال کے نفسیاتی اثر کی ذمہ داری حواشی لکھنے والوں پر عائد ہوگی یا ساری کی ساری آپ حضرات پر؟

۱۳۔ پنجاب کے دل اور پاکستان کے لاہور جیسے عظیم شہر میں بیس سال پہلے نوری کتب خانے کے نام سے دینی کتابوں کی ایک چھوٹی سی دکان تھی جہاں سے اہل سنت وجماعت کی بعض چھوٹی موٹی کتابیں مل جایا کرتی تھیں اور اس کے علاوہ اہل سنت وجماعت کا لاہور میں کوئی مکتبہ چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا تھا۔ جبکہ بدمذہبوں کے متعدد مکتبے بڑے ٹھاٹ باٹ سے چل رہے تھے۔ کیا آپ بزرگوں کے نزدیک اب تبلیغ دین کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ یا میدان میں گمراہ گروں کو دیکھ کر آپ حضرات نے راہ فرار اختیار کرلی تھی؟

۱۴۔ اب بفضلہ تعالیٰ اسی لاہور جیسے تاریخی شہر میں اہلسنت وجماعت کے بیس پچیس مکتبے بڑے حوصلہ افزا طریقے سے مصروف عمل ہیں اور دین برحق کی نشرواشاعت کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ ان مکتبوں کے قیام واجراء میں کس حد تک آپ کے جذبات کا دخل ہے اور ان کے ساتھ آپ بزرگوں کا تعاون کس نوعیت کا ہے؟

۱۵۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر، صحابہ کرام کی خصوصیات پر نیز دیگر بزرگان دین واولیائے پاک وہند کے کارناموں پر مشتمل آپ حضرات کی کتنی ایسی تصانیف ہیں جو جدید تقاضوں کو پورا کرنے والی ہیں۔ جنھیں بے خوف وخطر ایسے عنوانات پر

Marfat.com

لکھی ہوئی گمراہ گروں کی تصانیف کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے؟ آپ حضرات نے غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے اسلاف کے بارے میں یقیناً بہت کچھ لکھ کر ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا ہوگا یا آپ اپنے سارے بزرگوں کو طاقِ نسیاں کی زینت بنا کر روحانی منزلیں طے کرنے میں مشغول ہیں؟

۱۶۔ سیاسی معاملات سے قطعاً لاتعلق ہو کر بد مذہبوں اور دین سے برگشتہ لوگوں بلکہ دشمنانِ اسلام تک کو اپنے اوپر مسلّط کر لینا، آنکھیں بند کر کے انھیں ملک و مذہب کی قسمت کے مالک بننے کا پورا موقع دینا، کہیں دین کو مٹانے کا اجازت نامہ اور اہلِ حق کی دینی موت کے پروانے پر دستخط کرنا تو نہیں؟

۱۷۔ قیام پاکستان کے وقت دیوبندی حضرات کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ ان لوگوں نے اپنے تبلیغی دستوں کے ذریعے کلمہ اور نماز کی آڑ میں اہلسنت وجماعت کے خاصے حصّے کو دیوبندی وہابی بنا لیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی جماعت سے انھیں نکال کر محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے کیمپ میں پہنچا دیا۔ کیا ان بدنصیبوں کی دینی موت پر آپ تڑپے؟ کیا آپ کی آنکھوں میں ایک دو آنسو آئے۔ کیا آپ کی راتوں کی نیندوں میں کوئی کمی اس صورتِ حال کے باعث واقع ہوئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی دینی موت کا آپ کو چنداں صدمہ نہیں ہوا۔ ورنہ اس ستم ظریفی کے راستہ میں ضرور کوئی رکاوٹ کھڑی کرتے۔ لہٰذا میدانِ محشر میں کشتیِ ملّت کی ناخدائی اور سرمایہ ملت کی نگہبانی کے امتیازی تمغے بارگاہ خداوندی سے آپ حضرات ہی کو ملیں گے؟

۱۸۔ ماضی قریب میں اہلِ سنت وجماعت کے چند قابلِ قدر لکھنے والے منظرِ عام پر آئے ہیں جو مایوسی اور تنہائی کے عالم میں مسلک اور اسلاف کے دفاع میں بڑی جرأت سے لکھ رہے ہیں اور ہر میدان میں پھیلائے ہوئے گمراہ گروں کا مردانہ وار قلمی مقابلہ کر رہے ہیں۔

Marfat.com

ان سرفروشوں کے ساتھ یقیناً آپ دل کھول کر تعاون کر رہے ہوں گے یا ان کی یہ جراءت رندانہ آپ کی طبع نازک پر گراں گذری ہے ؟

۱۹ ۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کے نام سے یقیناً آپ روشناس ہونگے ۔ اس ادارے نے چودہ پندرہ سالوں میں چودھویں صدی کے مجدد برحق امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق قابلِ قدر و لائق تحسین کام کیا اور کروایا ہے ۔ اپنے ہی اس مثالی اور قابلِ تقلید ادارے کے ساتھ آپ حضرات کے تعاون کی نوعیت کیا ہے ؟ اس کو قائم رکھنے اور اس کے کام کی رفتار کو تیز کرنے کی خاطر سرپرستی کے جذبے سے سرشار ہو کر آپ نے کیا اقدامات کیے ہیں ؟

۲۰ ۔ مودودی صاحب نے اپنے قلم کی سحر کاری کے باعث کتنے ہی پڑھے لکھے حضرات کو اپنا گرویدہ بنا لیا ۔ کالجوں میں طلبہ کی خاصی تعداد انھیں سر آنکھوں پر جگہ دیتی ہے ۔ موصوف نے دل کھول کر مقدس شجرِ اسلام میں غیر اسلامی عقائد و نظریات کی قلمیں بڑی فنکاری سے لگائی ہیں کیا اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی میں آپ حضرات نے اس ستم ظریفی کا کوئی سدِّ باب کیا ہے ؟

۲۱ ۔ اپنے کتنے ہی بزرگوں کی کافی تصانیفِ عالیہ کیڑوں کی خوراک بن چکیں جو قلمی صورت میں آج بھی موجود ہیں ان کی طباعت و اشاعت کے بارے میں کوئی خیال جناب کے قلوب و اذہان میں کروٹیں لیا کرتا ہے ؟

۲۲ ۔ اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اہلِ سنت و جماعت کو سیاسی، قلمی، تدریسی اور تبلیغی میدانوں میں آگے بڑھانے کی خاطر آپ حضرات نے کوئی اجتماعی نظام قائم کیا ہوا ہے یا ضرورت ہی محسوس نہیں فرمائی ؟

۲۳ ۔ بدمذہب قریباً ایک صدی سے کتبِ احادیث کو اردو ترجموں کے ساتھ اردو دان طبقے تک پہنچاتے آرہے ہیں ۔ انھوں نے بیسیوں کتابیں لاکھوں کی تعداد میں اردو

Marfat.com

ترجموں کے ساتھ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پہنچا دیں۔ جبکہ اہلِ سنت وجماعت کی طرف سے صرف مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء) کی مرآۃ شرح مشکوٰۃ بازار میں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ پوری چودھویں صدی میں حدیث کی پوری کتاب اہلسنت کے اردو ترجمے یا شرح کے ساتھ بازار میں موجود نہیں تھی۔ دریں حالات صورتِ حال سے بےخبر عوام الناس ان لوگوں کو دشمنانِ رسول اور آپ حضرات کو وارثانِ علم پیمبر اور عاشقانِ رسول مان لیں گے؟

۲۴۔ گندم نما جو فروش علماء نے قرآن مجید اور کتبِ احادیث کے اردو ترجمے کرتے ہوئے مقدس شجرِ اسلام کے اندر غیر اسلامی عقائد ونظریات کی قلمیں لگائی ہوئی ہیں۔ آپ حضرات نے سرمایہ ملت کے نگہبان بن کر اس ستم ظریفی کا کہاں تک سدّباب کیا ہے۔؟

۲۵۔ برٹش گورنمنٹ کی اسلام دشمنی کا شکار ہو کر بعض علماء نے اپنی تصانیف میں اللہ اور اس کے آخری رسول کی شان میں ایسی گستاخانہ عبارتیں لکھ کر مشتہر کی ہوئی ہیں کہ کھلے کافروں کے سرغنوں کو بھی اس درجہ دل آزار اور گندی عبارتیں لکھنے کی کبھی جراءت نہیں ہوئی تھی۔ کیا ان عبارتوں کے سارے قضیہ کو آپ حضرات نے ایسے عام فہم لفظوں میں عوام الناس کو سمجھانے کی آج تک کوشش فرمائی ہے کہ عام لوگوں پر بھی ان کا گستاخانہ اور توہین آمیز ہونا واضح ہو جائے؟

۲۶۔ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے سب سے جلیل القدر پیغمبر کی شان میں گستاخانہ عبارتیں لکھیں وہی آپ کے دیکھتے ہوئے دین کے ہر شعبے پر کس طرح چھا گئے؟ پھر قیامِ پاکستان کے وقت انھوں نے مخالفت کی انتہا کرتے ہوئے ہندوؤں سے بھی بڑھ چڑھ کر رکاوٹیں کھڑی کیں۔ لیکن پاکستان کے بن جانے پر آپ کے جیتے جی وہی اس ملک کی ساری مشینری پر قابض ہو گئے۔ اس ستم ظریفی کا شکوہ ان لوگوں سے کیا جائے یا آپ سے؟ اس صورتحال سے آپ حضرات کی اعلیٰ کارکردگی اور دوراندیشی پر کوئی حرف تو نہیں آتا؟

Marfat.com

کیا واقعی آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مسندِ ارشاد کی اور امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح دار الافتاء کی لاج رکھے ہوئے ہیں؟

۲۷۔ آپ سے پہلے جن علماء و مشائخ نے آپ حضرات کو اس مقام تک پہنچایا، سرمایہ ملت کی نگہبانی کا بخیر و خوبی حق ادا کیا۔ کسی گمراہ گر کو ذرا سر نہ اٹھانے دیا۔ اور برٹش گورنمنٹ کے اقتدار کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کی خاطر ہر قسم کی بازی لگائی اور ہر میدان میں مردانہ وار ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اپنے ہی ان بزرگوں کے کارناموں کو آپ حضرات نے طاق نسیان کی زینت کیوں بنایا ہوا ہے؟ ؎

اے چشمِ اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

حضرات گرامی قدر! قیام پاکستان سے پہلے ہمارے علماء و مشائخ کی کارگردگی بہت عمدہ نہ سہی لیکن اطمینان بخش ضرور تھی۔ ان بزرگوں کی حالات پر کڑی نظر تھی اور باطل کو انھوں نے اس طرح دبوچا ہوا تھا کہ سر اٹھانے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے۔ حق و باطل کے چہرے اپنی اپنی جگہ پر بالکل واضح تھے۔ ادھر پاکستان قائم ہوا تو معلوم نہیں کہ آپ حضرات کو کس ظالم کی نظر لگ گئی۔ خدا جانے کیوں آپ حضرات نے میدان خالی چھوڑ دیا اور لمبی تان کر سو گئے۔ لصوصِ دین نے موقع غنیمت جانا اور دین و دنیا کے ہر شعبے پر چھا گئے۔ حق و باطل کو غتر بود کر دیا۔ رہبروں کو راہزن اور رہزنوں کو برملا راہبر کہا جانے لگا۔ یہی وہ صورت حال تھی جس پر ۱۹۷۶ء میں یہ ناچیز بلبلایا تھا۔ آج بھی اسی طرح نوحہ کناں ہے ؎

صاحبانِ علم و عرفاں مصلحت کا ہیں شکار
حفظِ دیں کا اب دلوں سے حوصلہ جاتا رہا

آج وہ نغمے کہاں ہیں دلنواز و دلنشیں
بلبلیں سب اڑ گئی ہیں چہچہا جاتا رہا

مسندِ ارشاد پر کتنے ہی فائز اب بھی ہیں
شیخ سرہندی کا لیکن ولولہ جاتا رہا

Marfat.com

کامیاب اپنے مشن میں ہو گئے تخریب کار  ولئے اِک اِک نائبِ احمد رضا جاتا رہا

یاالٰہی کلکِ اختؔر کو بنا کلکِ رضاؔ
دشمنانِ دین نہ یہ سمجھیں رضا جاتا رہا

حضور والا! حق صداقت کے محافظوں کا قابل ہر صاحب نظر اور دین وملت کے بہی خواہ کو اسی طرح تڑپا رہا ہے۔ ہر ایک کی خواہش یہی ہے کہ اس گلشن میں مدینہ طیبہ کی کی بلبلوں کے ایمان افروز اور دلنواز و دلنشین نغمے فردوس گوش ہوتے رہیں۔ افسوس یہاں زاغ و بوم کی دلخراش آوازیں نسبتاً زیادہ بلند ہیں۔ لیکچر بازی کے میدان میں تو آپ حضرات کی کارکردگی کچھ نظر آجاتی ہے جبکہ باقی میدانوں میں آپ انتہائی قناعت سے کام لے رہے ہیں۔ کیا ہے آپ حضرات میں سے کوئی مرد میداں جو حضرت مجدد الف ثانی جیسے مردِ حق آگاہ کی طرح مسند ارشاد کی لاج رکھنے یا امام احمد رضا خان بریلوی کی طرح دارالافتاء کی ذمہ داریاں نبھانے کی خاطر صورت حال کا پوری طرح جائزہ لے کر نقاب پوش راہزنوں سے مقابلہ کرنے کی خاطر یہ کہتا ہوا میدان میں بے خوف وخطر کود پڑے ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

حضور والا! کام کرنے سے بات بنتی ہے۔ کام کرنے والے ہمیشہ بازی لے جاتے ہیں۔ آپ لمبی تان کر سوئے اور باطل کے علمبرداروں نے شب وروز کام کیا۔ کام کے باعث وہ چھا گئے ان کا کام نسبتاً ہے بہت مشکل کہ اپنے سرغنوں کے چہروں پر نقاب ڈالنا اور پھر انھیں رہزنوں کی جگہ رہبر منوانا۔ بہت کچھ گنوا لیا لیکن خدارا اب نہ گنوائیے۔ بہت کچھ کھو دیا لیکن خدارا اب ایسا نہ کیجیے۔ مردانہ وار اٹھیے اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے کام کیجیے۔ یقیناً کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ کیونکہ خدا کی مدد آپ کے شاملِ حال ہوگی۔ لیکن بات کام کرنے سے بنے گی۔ ؎

Marfat.com

زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھ
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

اس مقالے کے اندر اگر کوئی کام کی بات لکھ گیا ہوں تو وہ اس ناچیز کے ولی نعمت مرشد، برحق، مفتی اعظم دہلی، حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) کی نگاہِ لطف و کرم کا کرشمہ ہے اور جتنی علمی غلطیاں نظر آئیں وہ احقر کی کوتاہ علمی کے باعث ہیں۔ اہلِ علم حضرات اگر ناشر کی معرفت میری فروگذاشتوں سے مطلع فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ہ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

گدائے در اولیاء
عبد الحکیم خان اختر
مجددی مظہری شاہ جہان پوری
لاہور چھاؤنی

۱۱ر شوال المعظم ۱۴۰۴ھ
مطابق ۲۰ر جولائی ۱۹۸۴ء

Marfat.com

# اعلیحضرت اپنی تصانیف کی روشنی میں

امام اہلِ سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا شمار ایک ہزار کے لگ بھگ[1] ہے جن میں سب سے ضخیم اور معرکۃ الآراء تصنیف "فتاویٰ رضویہ" ہے جو بڑے سائز کی بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کے مسودہ کی ہر جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور ابتدائی چار جلدیں چھپ چکی ہیں۔[2]

اعلیحضرت کی دیگر سینکڑوں تصانیف کے علاوہ تفسیر، حدیث اور فقہ کی اُن مشہور و متداول عربی کتب کی شروح و حواشی کو دیکھا جائے، جو آپ نے لکھے تو حیرت ہوتی ہے۔ ان غیر مطبوعہ علمی خزائن کا علمی معیار آپ کی مطبوعہ تصانیف کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اُن کتابوں کے نام ملاحظہ ہوں جن کے حواشی آپ نے لکھے :۔

## تفسیر

| | |
|---|---|
| (۱) تفسیر بیضاوی | (۲) عنایت القاضی |
| (۳) معالم التنزیل | (۴) خازن |
| (۵) الاتقان فی علوم القرآن | (۶) الدر المنثور |

---

[1] اعلیحضرت کی تصانیف کی مکمل فہرست مجلس رضا کے زیرِ اہتمام تیار ہو رہی ہے جوں ہی یہ مکمل ہو گئی عوام کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

[2] بفضلہ تعالیٰ فتاویٰ رضویہ کی پانچویں جلد بھی پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں میں چھپ چکی ہے۔

Marfat.com

## حدیث وغیرہ

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ٧ | صحیح بخاری | ١٩ | خصائص کبریٰ | ٣١ | فتح الباری |
| ٨ | صحیح مسلم | ٢٠ | کنز العمال | ٣٢ | ارشاد الساری |
| ٩ | ترمذی | ٢١ | ترغیب وترہیب | ٣٣ | نصب الرایہ |
| ١٠ | نسائی | ٢٢ | کتاب الاسماء والصفات | ٣٤ | جمع الوسائل فی شرح الشمائل |
| ١١ | ابن ماجہ | ٢٣ | القول البدیع | ٣٥ | مرقاۃ المفاتیح |
| ١٢ | تقریب | ٢٤ | نیل الاوطار | ٣٦ | اشعۃ اللمعات |
| ١٣ | مسند امام اعظم | ٢٥ | المقاصد الحسنہ | ٣٧ | مجمع بحار الانوار |
| ١٤ | کتاب الحج | ٢٦ | اللآلی المصنوعہ | ٣٨ | فتح المغیث |
| ١٥ | کتاب الآثار | ٢٧ | موضوعات کبیر | ٣٩ | میزان الاعتدال |
| ١٦ | مسند امام احمد بن حنبل | ٢٨ | الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ | ٤٠ | العلل المتناہیہ |
| ١٧ | طحاوی | ٢٩ | تذکرہ الحفاظ | ٤١ | تہذیب التہذیب |
| ١٨ | دارمی | ٣٠ | عمدۃ القاری | ٤٢ | خلاصہ تہذیب الکمال |

## فقہ وغیرہ

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ٤٣ | فواتح الرحموت | ٤٧ | کشف الغمہ | ٥١ | ہدایہ آخرین |
| ٤٤ | حموی شرح الاشباہ والنظائر | ٤٨ | شفاء السقام | ٥٢ | میزان الشریعۃ الکبریٰ |
| ٤٥ | الاسعاف فی حکم الاوقاف | ٤٩ | کتاب الخراج | ٥٣ | فتح القدیر |
| ٤٦ | اتحاف الابصار | ٥٠ | معین الحکام | ٥٤ | بدائع الصنائع |

Marfat.com

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ٥٥ | جوہرہ نیرہ | ٦٦ | کتاب الانوار | ٧٧ | عقود الدریہ |
| ٥٦ | جواہر اخلاطی | ٦٧ | رسائل شامی | ٧٨ | فتاوی حدیثیہ |
| ٥٧ | مراقی الفلاح | ٦٨ | فتح المعین | ٧٩ | فتاوی بزازیہ |
| ٥٨ | مجمع الانہر | ٦٩ | الاعلام بقواطع الاسلام | ٨٠ | فتاوی زرینبیہ |
| ٥٩ | جامع الفصولین | ٧٠ | شفاء السقام | ٨١ | رسائل قاسم |
| ٦٠ | جامع الرموز | ٧١ | طحطاوی علی الدر المختار | ٨٢ | فتاوی غیاثیہ |
| ٦١ | تبیین الحقائق | ٧٢ | فتاوی عالمگیری | ٨٣ | فتاوی عزیزیہ فارسی |
| ٦٢ | بحر الرائق | ٧٣ | فتاوی خانیہ | ٨٤ | عنایہ حلبی |
| ٦٣ | رسائل الارکان | ٧٤ | فتاوی سراجیہ | ٨٥ | تیسیر شرح جامع صغیر |
| ٦٤ | غنیۃ المستملی | ٧٥ | خلاصۃ الفتاوی | | |
| ٦٥ | فوائد کتب عدیدہ | ٧٦ | فتاوی خیریہ | | |

گویا جتنا کام کوئی پوری جماعت نہیں کر سکتی وہ تنہا اعلیٰحضرت نے کر کے دکھا دیا آپ نے بعض نئے پیش آمدہ مسائل کا حل بڑے محققانہ انداز پر کیا ہے۔ اختلافی مسائل کا فیصلہ ایسے دلائل کی روشنی میں کیا کہ مخالفین کو دم مارنے کی مجال اور موافق کے لیے دلائل میں اضافے کی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ ذیل میں ہم اس فقیہ اعظم کے بعض فتاویٰ کی جھلکیاں پیش کرتے ہیں جن سے فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے فقہی مقام اور درجۂ امامت کو سمجھنے میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے کیونکہ

الفاظ کے نگر میں مطالب کی چاندنی
فقروں میں کہکشاں کی ضیا ہے ڈھلی ہوئی

نوٹ:۔ کتب تفسیر، حدیث اور فقہ کے علاوہ جن کتب پر حواشی لکھے ہیں ان کے نام درج نہیں کیے گئے۔ صرف موضوع سے متعلق کتب کے اسماء کی فہرست پیش کرنے پر اکتفا کی گئی ہے۔

Marfat.com

# ①

# مسئلہ تقبیل الابہامین

سنہ ۱۳۰۱ھ میں اعلیحضرت مجدد دین وملت سے بایں الفاظ سوال ہوا: کیا فرماتے ہیں، علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ " اشھد ان محمدا رسول اللہ" سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا کیسا ہے"؟

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس وقت کہ آپ کی عمر انتیس ۲۹ سال تھی، ایسا جواب تحریر فرمایا کہ چشم فلک نے ایسا جامع جواب اس مسئلے کا نہ دیکھا ہوگا۔ اولاً مقاصد الحسنہ، مسند الفردوس، موجبات الرحمۃ، تاریخ شمس الدین محمد بن صالح مدنی، شرح نقایہ، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ اور تکملہ مجمع بحار الانوار وغیرہ کے حوالوں سے اس فعل کا استحباب ثابت کیا۔ تقبیل الابہامین کا اثبات جن احادیث سے ہوتا ہے ان میں درجہ رفع پر کوئی ایک حدیث بھی فائز نہیں ہے۔ مثلاً مقاصد میں ہے: " لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ اسی طرح مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے موضوعات کبیر میں فرمایا: کل مایروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ۔ یوں ہی علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا: لا یصح فی المرفوع من ھذا شیئ۔ ایسے ہی بیانات وارشادات کی روشنی میں منکرین حضرات نے تقبیل ابہامین کے انکار اور سرور کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے بغض وعناد کے اظہار کی ٹھانی۔ بنیاد یہی عناد تھا جس پر انکار کی دیوار کھڑی کر دی۔ علمائے کرام نے تو مرفوع ہونے کا انکار کیا لیکن ان نرالے محدثوں، انوکھے مفتیوں نے سینہ زوری سے امداخلت فی الدین کر کے

Marfat.com

جملہ احادیث کو بیک جنبش قلم ضعیف اور موضوع ٹھہرا دیا۔ منکرین کا یہی تحکم، رسالہ نافعہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" کی تصنیف کا باعث ہے۔ مسئلہ کی مناسبت سے یہ فتویٰ اسی اسم سے مسمّیٰ ہوا اور مضمونِ مباحث کی رعایت سے تتمہ کا "مدالمداد الکاف فی حکم الضعاف" مد تاریخی نام رکھا گیا۔ آگے بحث کا آغاز یوں فرمایا گیا، جس نے اس فتوے کو معرکۃ الآراء بنا دیا۔

"محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے بلکہ صحیح ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجے کی حدیث ہے جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے۔ پھر اس کمی کے ساتھ اُس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے۔ اُن (محدثین) کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں کہ حدیث صحیح نہیں۔ یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی۔ اس سے دوسرے درجے کی حدیث کو حسن کہتے ہیں۔ یہ باآنکہ صحیح نہیں۔ پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند رتبہ سے جھکا ہوتا ہے"!

(منیر العین ص۱۴)

اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دعویٰ کا حلیہ شرح منیہ، صواعق محرقہ، اذکار امام نووی کی تخریج احادیث لابن حجر عسقلانی، نزہتہ النظر توضیح نخبۃ الفکر لابن حجر عسقلانی، موضوعات کبیر مولانا علی قاری، جواہر العقدین فی فضل الشرفین مولانا نور الدین علی سمہودی، شرح مواہب زرقانی، شرح صراط مستقیم شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہ کی صریح عبارتوں سے ثبوت پیش کیا۔

پھر امام بدر الدین زرکشی کی کتاب النکت علی ابن الصلاح، خاتم الحفاظ، علامہ جلال الدین

Marfat.com

سیوطی کی لآلی، امام علی بن محمد بن عراق کی تنزیہہ الشریعۃ المرفوعہ، علامہ محمد طاہر فتنی کے خاتمۂ مجمع بہار الانوار، موضوعات لابن جوزی، امام ابن حجر عسقلانی کی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد، امام سیوطی کی التعقبات علی الموضوعات، مولانا علی قاری کی موضوعات، علامہ زرقانی کی شرح مواہب وغیرہ کتب کے حوالہ جات سے ثبوت دیا کہ محدثین کے "لا یصح" کہنے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

اس کے ساتھ ہی فتح القدیر، حلیہ، مرقاۃ (مولانا علی قاری) وغیرہ کتب سے ثابت کیا کہ سند کا منقطع ہوتا مستلزم وضع نہیں بلکہ تعقبات کے تین حوالوں سے واضح کیا کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں بلکہ راوی مبہم ہو تب بھی حدیث کو وضعی نہیں ٹھہرایا جا سکتا نیز امام ابن حجر عسقلانی کی قوت الحجاج، امام سیوطی کی تعقبات، امام نودی کا مقدمہ منہاج، حافظ شمس الدین ذہبی کی تاریخ، امام سیوطی کی لآلی اور تدریب کے حوالوں سے ثابت کیا کہ اگر محدثین کسی حدیث کو سند کے ضعف کی وجہ سے ضعیف کہہ دیں پھر بھی اس کو موضوع کہنا ظلم ہے۔

آگے امام ذہبی کی میزان الاعتدال، امام سیوطی کی لآلی و تعقبات، امام بدر الدین زرکشی کی کتاب النکت علی ابن الصلاح، موضوعات ابو الفرج، امام سخاوی کی فتح المغیث، مولانا علی قاری کی موضوعات کبیر، مسند، کتاب الاصابہ، مولانا علی قاری کا حاشیۂ نزہت الخاطر، شرح مواہب لدنیہ زرقانی، حرز ثمین شرح حصن حصین اور مقاصد حسنہ وغیرہ کی عبارتیں پیش کر کے اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"بحمد اللہ تعالےٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہٗ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیم روز و مہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ اُن پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب یا

Marfat.com

متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الدفع، ولہٰذا علمائے کرام نے صرف لَا یُصِحُّ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے موقعہ میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، قواعد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا۔ اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا نہ کہ اصل حدیث پر، جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں، جنہیں وضعِ وضعین سے کچھ تعلق نہیں۔" (منیر العین ص۳۵)

اس ضمن میں "نخبۃ الفکر" سے اسباب طعن کی دس قسمیں بیان فرمائیں یعنی :۔

۱۔ کذب ۲۔ تہمت ۳۔ کثرتِ غلط ۴۔ غفلت ۵۔ فسق ۶۔ وہم ۷۔ مخالفتِ ثقات ۸۔ جہالت ۹۔ بدعت ۱۰۔ سوئے حفظ۔

مذکورہ بالا تصانیف کے متعدد حوالہ جات سے اپنے نظریے کو موکد کرنے کے بعد فرمایا :۔

"ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں۔" (ص۲۴)

جن اسباب سے موضوعیت ثابت ہوسکتی ہے ان کا شمار پندرہ تک پہنچا کر، بجا طور پر ارشاد فرمایا :۔

"یہ پندرہ باتیں ہیں کہ اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔"

(منیر العین ص۲۹)

پھر مرقاۃ، موضوعات کبیر، فتح القدیر، میزان الشریعۃ الکبریٰ، صواعق محرقہ، تعقبات، تیسیر شرح جامع صغیر، سراج المنیر، شرح عقائد نسفی، منح الروض الازہر، قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب، اربعین نووی، شرح مشکوٰۃ لابن حجر مکی، حرز ثمین، مقاصد حسنہ، مقدمہ امام ابوعمرو ابن الصلاح، مقدمہ جرجانیہ، تقریب النووی، تدریب الراوی، کتاب الاذکار، حدیقہ ندیہ، العقد النضید،

Marfat.com

غنیۃ المستملی، حلیہ شرح منیہ، میزان الشریعہ۔ رسالہ دعائیہ مصنفہ خرم علی بلہوری اور مظاہر حق وغیرہ کتب کی روشن تصریحات سے ثابت کیا کہ:۔

۱۔ تعدد طرق سے ضعیف حدیث بھی قوت پالیتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔

۲۔ حدیث مبہم و مجہول تک تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے۔

۳۔ دو سندوں سے آنا بھی قوت کے لیے کافی ہے۔

۴۔ اہل علم کے عمل کر لینے سے ضعیف حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

۵۔ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث حجت اور اس پر عمل کرنا مستحب ہے۔ بعدہٗ دنیائے اسلام کے اس مفتیٔ اعظم نے فرمایا:

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں" مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں۔ "ضعفات در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علماء معمول بہا است" الخ مظاہر حق میں راوی حدیث صلوٰۃ اوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا "اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے۔

نہا کر بدن پونچھنا، وضو میں گردن کا مسح کرنا اور تلقین وغیرہ امور ضعیف احادیث سے ثابت ہیں (شرح غنیۃ المصلی، موضوعات کبیر) اس کے باوجود انہیں مستحب شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر اعلیحضرت نے احادیث سے اس امر کو ثابت کیا کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا چاہیے جبکہ خلاف صحیح حدیث نہ ہو۔ چنانچہ دار قطنی، ابن حبان، کتاب العلم، مسند امام احمد، ابن ماجہ، فوائد خلعی، ابو یعلی اور طبرانی وغیرہ سے فرامین رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیش کیے۔ پھر اس مسئلے کی روح کو احادیث سے ثابت کر کے فرمایا:۔

"جب اس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزّ جلالہٗ سے

Marfat.com

اس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ اکرم الاکرمین ہے اُس کی اُمید ضائع نہ
کرے گا، اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔" (منیر العین صہ)

مقدمہ امام تقی الدین شہرزوری، تقریب و تدریب، فتح المبین، موضوعات کبیر، میزان الشریعۃ، کشف الغمہ، الیواقیت والجواہر وغیرہ کی عبارتیں پیش کیں جن کا یہ مفاد کہ محدثین کا ضعیف کہنا حدیث کی سند کے متعلق ہے لیکن ممکن ہے کہ کسی حدیث کی سند ضعیف ہو اور حقیقت میں وہ اعلیٰ درجے کی صحیح ہو۔

بدھ کے دن پچھنے لگوانا، ہفتے کے دن خون لینا، بدھ کے دن ناخن تراشنا، وضو کے بعد انا انزلنا پڑھنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کا گہوارے میں باتیں کرنا، سفید مرغ رکھنا، خرقہ پوشی، پھول سونگھتے وقت درود شریف پڑھنا۔ وضو کے وقت کی دعائیں اور ستر ہزار کلمہ شریف پڑھنے پر گویا جان خریدنا وغیرہ ایسے امور ہیں جن سے آخری پانچوں موضوع احادیث میں مذکور ہیں اور اول الذکر باقی ضعیف احادیث سے ثابت۔ اس کے باوجود علمائے کرام کے نزدیک یہ معمول و مقبول اور مندوب و مستحب۔ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تعقبات، لآلی، مسند الفردوس، تاریخ ابن عساکر، نسیم الریاض، مقاصد حسنہ، حلیہ، میزان الشریعۃ الکبریٰ، تیسیر، تدریب، اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ، صحیح مختارہ، اطراف مختارہ مجمع بحار الانوار، مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی جلد دوم سے مذکورہ امور کو مستحب ثابت کیا ہے اور دکھایا ہے کہ خود ان علمائے کرام نے مذکورہ امور کے متعلق احادیث واردہ کو ضعیف اور موضوع بھی قرار دیا ہے۔ اس پر اتمام حجت کے لیے دنیائے اسلام کے مفتی اعظم سیدنا اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل، ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہر گونہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں، اُن پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا، یہ ہیں بھی

تو ضعفِ قریب نہ ضعفِ شدید۔"

(منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ص۷۴)

مخالفین کا شگوفہ چھوڑنا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں کتب طبقۂ رابعہ سے ہونے کی بنا پر نا قابلِ قبول ہیں۔ اُن کے اس عذرِ لنگ اور تحکم کا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی تصانیف سے جواب دیا گیا ہے کہ کتب طبقۂ رابعہ کی تمام احادیث ضعیف نہیں بلکہ ان میں حسن بھی ہیں۔

میزان الشریعۃ الکبریٰ، کتاب الترغیب، نسیم الریاض، مواہب لدنیہ، مدارج النبوۃ مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء، طحطاوی حاشیہ درمختار کے حوالوں سے ثابت کیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر موضوع بھی ہوتیں تو غایت درجہ عدمِ اثبات ٹھہرتا، لیکن فعل کی ممانعت کا کیا ثبوت؟ امام اہلِ سنت کی زبانی سنیے!

"بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو، تاہم موضوعیت حدیث، عدم حدیث ہے، نہ حدیثِ عدم۔ اس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارے میں کچھ وارد نہ ہوا، نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا۔ اگر قواعدِ شرع ممانعت بتائیں، ممنوع ہوگا ورنہ اباحتِ اصلیہ پر رہے گا اور بہ نیتِ حسن، حسن و مستحسن ہو جائے گا۔"

(منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ص۹۳)

امام اہلِ سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جملہ ابحاث کے تحت سرخیل علمائے دیوبند جناب گنگوہی صاحب کے اعتراضات نیز اُن کی جملہ این و آں اور چنین و چناں کے مسکت جوابات دیے۔ علمائے بریلی، بدایوں، مصطفیٰ آباد، رام پور اور بمبئی نے دستخط و مواہیر کے ساتھ آپ کی تصدیق و تائید فرمائی۔ بعدہٗ اصولی طور پر منکرین سے آپ نے یوں سوال کیا:۔

Marfat.com

"بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشائخ سے ایک عمل سمجھیے کہ بغرض روشنائیِ بصر معمول، ایسی جگہ ثبوتِ حدیث کی کیا ضرورت ؟ صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراجِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے کرام تے ہیں کہ باعثِ نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث سے اُن کی سندِ خاص نہیں مانگتا، کتب ائمہ وعلماء ومشائخ واساتذہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں۔ انہیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے۔" (منیر العین صـ۱۰۲)

چونکہ مخالفین کا بدعت کی رٹ لگانا یا عدم ثبوت کا شور مچانا یا احادیث متعلقہ کو ضعیف وموضوع وغیرہ بتانا اور بغیر ثبوت ممانعت کرنا قلبی مرض کے سوا اور کچھ نہیں اسی لیے اعلیحضرت نے ان پر حجتِ الٰہی یوں تمام کی:

"عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی اللہ کی قول الجمیل کو دیکھو اور اُن کے والد ومشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال کا تماشا کرو۔ دردِ سر کے لیے تختے پر ریتا بچھانا، کیل سے ابجد صوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا۔ اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا۔ انہیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا۔ رفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا۔ عقیمہ کے لیے گلاب وزعفران سے ہرن کی کھال لکھنا۔ یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا، اسقاطِ حمل کو کسم کا رنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا۔ گن کر نو گرہیں لگانا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسین پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسیٰ، موسیٰ ومحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا۔ مصروع کو تانبے کی تختی پر دہا سم کھدوانا۔ پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو، اس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کارہو۔ اس کے سوا

صدہا باتیں۔ ان میں کونسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے؟ یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں؟ اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں؟ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزندارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذاللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے؟ یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا، اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور، علماء و صلحاء کا دستور، کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذاللہ حرام و وبال و موجب ضلال۔ تو کیا بات، یہاں نامِ حضور سید المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کی دبی آگ کو بھڑکیلہ بدعت شعلہ فشاں ہے ے

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من اندازِ قدت را می شناسم (منیر العین صـ۱۰۳)

اس مسئلہ تقبیل ابہامین میں، اعلیحضرت قدس سرہٗ نے علم اصولِ حدیث کو جس طرح بیان کر کے رکھ دیا اور تقبیل ابہامین کا بے جا انکار کرنے والوں کی ہر راہ فرار بند کی ہے اُس کی احقر نے صرف ایک جھلک پیش کی ہے، انہوں نے اس موضوع پہ جو دریا بہائے ہیں اس سے ان کی فضیلت علمی کا صحیح اندازہ، اصل کتاب "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" کے مطالعہ سے ہی ہو سکتا ہے کہ یہ انتیس ۲۹ سالہ مفتی گویا علم کا ایک بحر بیکراں، گلشن مصطفوی کا بلبلِ نغمہ خواں اور مخالفین کے حق میں برہان النبی کی تیغ براں تھا اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ مجدد دوراں تھا ع

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

# ۲

# سماعِ موتیٰ

بعض علمائے دیوبند نے اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے اور حنفیت کا دم بھرتے ہوئے معتزلہ کے اتباع میں ادراک وسماع موتیٰ کا انکار کرنا شروع کر دیا۔ اُسی زمانے میں اُن کے ایک مولوی صاحب کا فتویٰ سیدنا اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر امعان سے گزرا۔ بزرگانِ دین کو اینٹ پتھروں کی طرح ٹھہرائے جانے پر مجدد دین وملت نے جب کہ آپ کی عمر شریف تیئیس ۲۳ سال تھی ایسا مسکت جواب تحریر فرمایا کہ بزرگانِ دین یعنی اولیائے عظام اور علمائے اسلام کی مقدس ارواح کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، اُن کے ناموس کا وہ دفاع کیا کہ مسلمانوں کے گلوں میں احسان کی ہیکلیں ڈال دیں۔ اس معرکۃ الآراء جوابی فتاوے کا تاریخی نام "حیات الموت فی بیان سماع الاموات" ہے۔ اس کا مغز اعلیحضرت کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:۔

"یہ عجالہ نہ صرف سماع موتیٰ کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالیٰ خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور اُن کے تصرف وکرامات پائندہ اور اُن کے فیض بدستور جاری، اور ہم غلاموں، خادموں، محبوں، معتقدوں کے ساتھ وہی امداد واعانت ویاری۔" (حیات الموات ص ۳)

بظاہر حنفی بہ باطن معتزلی کے مذکورہ فتوے میں، اموات سے خطاب کو ان سے سمیع وبصیر علی الاطلاق ماننا ٹھہرا کر اسے شرک یا ادنیٰ درجہ شائبہ وشبہ شرک ہونا قرار دیا۔ نیز کہا کہ درمیان زائر ومقبور حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اموات اور بصارت محال۔" (ملخصاً)

اس تحریر پر اہلِ سنت کے بے مثل مفتی نے تصانیف علمائے اہلِ سنت کی روشنی

Marfat.com

یں پینتیس[۳۵] ایسے اعتراضات کیے جو مخالفین کے کسی عالم سے آج تک رفع نہ کیے جا سکے۔ پھر اکابر خاندانِ عزیزی کے اقوال سے ان کے خیالات کا رد کیا ساتھ ہی منکرین جو۔ انک لا تسمع الموتیٰ "سے غلط استدلال کرنے بیٹھ جاتے تھے۔ اُن کے بیانات پر مفصل و مدلل تبصرہ کر کے اُن کے دعوے کو دلیل سے بے گانہ ثابت کیا۔

اس کے بعد بحث کو دوسرا رنگ دے کر احادیث سے ثابت کیا کہ:۔

ا۔ موت کے بعد بھی روح اور صفات افعالِ رُوح کو بقا ہے۔ اس امر کا انیس[۱۹] حدیثوں سے ثبوت دیا۔

۲۔ اہل قبور کا سماع و ادراک اور احیاء کا ان سے حیا کرنا دو حدیثوں سے مدلل کر کے چار حدیثوں سے ثابت کیا کہ زندوں کے آنے، پاس بیٹھنے اور بات کرنے سے مردوں کا جی بہلتا ہے۔ آٹھ حدیثوں سے ثبوت دیا کہ زندوں کی بے اعتدالی سے مردوں کو ایذا پہنچتی ہے۔ تیرہ[۱۳] حدیثوں سے مبرہن کیا کہ مردے زائروں کو پہچانتے ان کا سلام و کلام سنتے اور جواب دیتے ہیں بلکہ جوتوں کی آہٹ تک سنتے ہیں۔ کفار مقتولین بدر سے کلام کرنے کے بارے میں چھ تلقین میت کے متعلق چار اور صحابہ کرام کا اہل قبور سے کلام فرمانا بھی چار حدیثوں سے ثابت کیا۔ غرضیکہ تنزلاً ساٹھ[۶۰] اور حقیقتاً پچھتر احادیث سے مذکورہ امور کو اظہر من الشمس کر کے روئے ایقان پر احسان کا غازہ چڑھایا جس سے گلشن عقیدت کے غنچے چٹک گئے اور بیابان اعتزال میں بھٹکنے والے دم بخود رہ گئے۔

اس کے بعد تیسرا رنگ دیا گیا۔ چونکہ اعتزال پسند حضرات خود کو اہل سنت بتاتے، حنفیت کا دم بھرتے اور چشتی قادری، سہروردی نقشبندی ہونے کا دعویٰ کرتے رہتے ہیں، اگرچہ یہ سب باتیں اُن کی اصطلاح میں بدعت بلکہ صریح شرک ہیں (کذا فی تذکیر الاخوان و تنویر العینین)، اُن کے ان دعاوی کی قلعی کھول لینے کی غرض سے امام اہلِ سنت نے اتیس صحابہ کرام

Marfat.com

اکیس تابعین عظام اور دو سو پانچ مسلمہ علمائے اسلام کے اقوال وارشادات کی روشنی میں مردوں کے متعلق مذکورہ امور کو ثابت کیا اور امتِ محمدیہ وملتِ اسلامیہ کا نظریہ واضح کیا۔ ساتھ ہی الزامی حجت یوں بھی قائم فرمادی کہ خاندانِ عزیزی کے اکابر کی تصانیف سے ایک سو اقوال نجدیت سوز پیش فرمائے۔

مقام غور ہے کہ موتی کے لیے ادراک وسماع ماننا اگر شرک ہوتا تو مذکورہ صحابۂ کرام تابعینِ عظام اور علمائے اسلام کے مسلمان ہونے کی کیا صورت ہے؟ کیا یہ سب حضرات حتیٰ کہ سارا خاندانِ عزیزی شرک میں گرفتار تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہی منکرین حضرات، پوری امتِ محمدیہ کے مخالف اور معتزلہ کے نعلین بردار ہیں۔ اگر ان حضرات کا خاندانِ عزیزی کے اکابر اہلِ سنت سے، تابعین وصحابہ تک سے کوئی واسطہ اور تعلق ہوتا تو ہرگز ان بزرگوں کے نظریات کو غلط ٹھہراکر معتزلہ کے ہم نوا نہ ہوتے۔ (العوذ باللہ من ذالک)

اعلیٰحضرت نے اپنے بیانات کو علمائے حرمین طیبین کی تصدیق وتائید سے مزین کرکے تکمیلِ جلیل سے صورتِ مسئلہ کا حسنِ جمیل اور نمایاں کیا، جس سے واضح ہوا کہ ارواحِ مومنین کو اجازت ہوتی ہے کہ آسمان وزمین میں جہاں چاہیں پھریں، بزرگوں کا دور اور نزدیک سے سننا یکساں ہے۔ انہیں دور سے پکارنا ہرگز شریعتِ مطہرہ کے خلاف نہیں بلکہ نعمتِ خداوندی کا اظہار واقرار ہے۔ ہاں کوئی بزرگوں کو خدا مانے یا صفاتِ خداوندی کا حامل جانے تو ایسے کے کافر ومشرک ہونے میں کیا کلام ہے؟ لیکن اس کے برعکس انہیں خدا کا بندہ اور باذن اللہ بندگانِ خدا کا معین ومددگار جانے اور اُن کے وسیع ادراک وعلم وسمع کی بنا پر، جو انہیں اُن کے پروردگار نے خوش ہوکر مرحمت فرمائے ہیں۔ دُور سے پکارے تو پکارنے والے کو مشرک بتانا معجزات وکرامات اور بزرگوں کی عظمت کا کھلا انکار ہے ورنہ اس صورت میں شرک کیسا؟ شرک کا تو ادنیٰ شبہ وشائبہ تک **نہیں**۔

منکرینِ سماعِ موتی۔ مسئلہ یمین کو اپنی ڈھال بناتے تھے لیکن اس وارثِ علوم پیمبر نے

"الوفاق المتین بین سماع الدفین وجواب الیمین" کے نام سے جواب دے کر اُسے رسالہ "حیات الموات" کا گویا تکملہ بنا دیا۔ اس میں منکرین کے تمام پیش کردہ دلائل کو دعوے سے لاتعلق ثابت کیا، کتب حدیث، فقہ، تفسیر اور اصول کے حوالہ جات کی روشنی میں پچاس سے زائد دلیلوں اور سو سے زائد قاہر اعتراضوں سے وہ رد بلیغ فرمایا کہ لب کشائی کی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ الحمد للہ کہ مجدد دین وملت کا یہ مبارک رسالہ اولیائے کرام کی کرامتوں، عظمتوں کا منظر تقریباً چوراسی سال سے لاجواب ہے اور تاقیامت لاجواب رہے گا،

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم

Marfat.com

## (۳)

# جمع بین الصلوٰتین

۱۳۱۳ھ میں اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ سفر و حضر میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ غیر مقلد حضرات اس کے قائل اور عامل ہیں نیز میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "معیار الحق" میں بلند بانگ دعووں کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کی اور حنفی مسلک کو احادیث کے خلاف قرار دیا تھا لہذا حضرت فاضل بریلوی نے جبکہ آپ صرف اکتالیس برس کے تھے، محدث کہلانے والے میاں صاحب کے دلائل کا جواب دینا ضروری سمجھا اور ایسا عالمانہ، مجددانہ رد کیا کہ میاں صاحب اور ان کے تلامذہ میں سے آج تک کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ ان روشن و واضح دلائل کا جواب دے۔

فتاویٰ رضویہ جلد دوم میں یہ مبارک فتویٰ ص۲۰۷ سے ص۳۰۵ تک "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین" کے نام سے بڑے سائز کے اٹھانوے صفحات پر مشتمل ہے۔

بلحاظ دلائل مسئلے کا حکم شرعی اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"احادیث میں کہ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے جمع منقول اس میں صراحۃً وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اسی صریح مفصل پر محمول۔ جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وارد نہیں۔ جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے۔ جمع تاخیر میں احادیث صحیحہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن سے بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عند التحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کر کے نظرِ انصاف

Marfat.com

کی جائے تو فوراً حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی وجہاً وامکاناً اسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں۔" (فتاوی رضویہ جلد دوم ص۲۱۰)

میاں صاحب نے جو بزعم خویش تحقیق پیش کی تھی اس کے متعلق فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ملاحظہ ہو:-

"نفس مسئلہ میں بھی ملاجی نے اپنے موافق کہیں چودہ کہیں پندرہ صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اسے بگاڑ کر کمی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کر سکے۔ ان میں بھی عندالانصاف کچھ گنتی ہوئی بات ہے تو صرف ایک سے۔ میں بعونہ تعالیٰ اپنے موافق تیئس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا۔ ملاجی صرف چار حدیثیں بیش خویش اپنے مفید دکھا سکے، جن میں حقیقتاً کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو ان کی طرف نام بھی نہیں۔ میں بحول اللہ تعالیٰ ان سے دونی آیتیں (آٹھ آیات) اور دس گنی حدیثیں (چالیس احادیث) اپنی طرف دکھاؤں گا۔ میں یہ بھی روشن کر دونگا کہ حنفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی ہی پوچ لچر بے بنیاد ہوتی ہے۔ میں یہ بھی بتا دوں گا کہ ان صاحبوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے۔ میں یہ بھی دکھا دوں گا کہ ملاجی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے استاد مانے گئے ہیں ان کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجے کی ہے۔" (جلد دوم ص۲۱۲)

اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً جمع صوری کے اثبات میں دس احادیث مع اُن کے مختلف طرق کے پیش فرمائیں۔ ان کے متعلق جو "معیار الحق" میں اعتراضات جڑے بزدرِ زبان وقلم، صحاح ستہ تک بلکہ صحیحین کی روایتوں میں کیڑے ڈالے، الزامات عائد کیے، چاند پر دھول پھینکی۔ اس سارے "دو کارنامے" کی مفصل اور مدلل حقیقت بیان کی گئی۔

Marfat.com

جس سے انگریزوں کے بنائے ہوئے شمس العلماء کی حدیث دانی کی حقیقت وحیثیت عالم آشکار ہو جاتی ہے اور اس سے قبل تیئس صحابہ کرام سے احادیث صحیحہ مشہورہ کے ذریعے جمع صوری کا اثبات مع ابحاث مفیدۂ ضروریہ متعلقہ اظہر من الشمس کیا، جس کی نظیر نہیں ملتی۔

"معیار الحق" میں میاں صاحب نے دعویٰ فرمایا تھا:۔ احادیث صحاح جو جمع بین الصلوٰتین پر قطعًا اور یقینًا دلالت کرتی ہیں" اس بلند بانگ دعوے کی شق اول یعنی جمع تقدیم کی عمارت دو حدیثوں کو توڑ مروڑ کر ان کے اوپر تعمیر کی تھی۔ حدیث اوّل کو جمہور ائمہ حفاظ کی روایت سے ہٹا کر لیث بن سعد کی غریبہ شاذہ روایت کو نقل کر دیا۔ حالانکہ امام بخاری کے نزدیک یہ روایت خالد بن قاسم مدائنی متروک بالاجماع مطعون بالکذب کی جعلسازی ہے۔ حاکم نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ دیگر ائمہ محدثین و شارحین نے اسے قبول نہیں کیا۔ حالانکہ اسی حدیث کے دوسرے طرق سے جمع صوری کا واضح طور پر اثبات ہوتا ہے۔ بس یہی میاں جی کی خانہ ساز مجتہدی تھی کہ روایاتِ صحیحہ سے عدول اور غریبہ وشاذہ قبول کر لیتے تھے۔

حدیث دوم جو صحیحین میں ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جس کا جمع حقیقی سے دور کا بھی تعلق نہیں، پیش کی تھی۔ اعلیحضرت قبلہ نے محدثین کرام اور شارحین عظام کی روشن تصریحوں کے ساتھ میاں صاحب کے دعویٰ کے بارہ رد کیے۔ جناب والا نے اس میں مدفا" کو بے ترتیب دہلت قرار دیا تھا، اس کو زعم باطل ثابت کیا گیا۔ نیز دکھایا گیا کہ ائمہ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ بالاتفاق یہی فرماتے ہیں کہ "لیس فی تقدیم الوقت حدیث قائم"

جمع تاخیر پر بھی میاں صاحب نے دو حدیثیں پیش کی ہیں، پہلی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ اس سے مصنف "معیار الحق" کے دعوے کی تردید میں محدثین وشارحین کی تصریحات سے حقِ تحقیق ادا کیا۔ قریب دقت کو اس وقت کہنے کی دو آیات اور بارہ حدیثوں سے

Marfat.com

مثالیں پیش کیں۔ احناف کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت جو شفق ابیض تک ہے اسے روایتاً صحیح اور درایتہً راجح ثابت کیا گیا۔

دوسری حدیث جو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اس پر ہر پہلو سے بحث کی جس کے پچیس مدلل جواب دیے اور ان کو صرف تین میں سمویا پھر دس احادیث سے ثابت کیا کہ نماز کے اوقات کا حقیقی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو تھا اور آپ کے طفیل اجلہ حذاق صحابہ کرام کو۔ اسی ضمن میں بتایا کہ مکہ مکرمہ اور مقام سرف میں دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے اور مدینہ منورہ سے ذوالحلیفہ اور رفات الجیش کے فاصلوں میں اختلاف کثیر دکھایا۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا صحیح فاصلہ بتایا۔ آخر میں اتمام حجت کی غرض سے سات آیات اور تیس حدیثوں (حقیقتاً چالیس احادیث) سے نماز کے اوقات کی محافظت کا صریح حکم دکھایا جس سے جمع حقیقی کے اثبات کا تصور بھی مٹ گیا۔

آخر میں مجدد مائتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ نے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کو یوں ہمدردانہ فہمائش کی:۔

"اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہی ہے تو خدارا، خدا و رسول سے حیا کیجیے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجیے۔ یہ منہ اور اجتہاد کی لپک، یہ طاقت اور مجتہدین پر ہمک، عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجیے، حدیث کے متون و شروح اور اصول رجال کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجیے اور یہ نہ شرمائیے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں۔ ہنسنے دو ہنستے گھر بستے ہیں۔ اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے تو جب بھی شہادت بشرط صحت ایمان و حسن نیت۔" (فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص۳۰۱)

آخر میں دس نمبروں کے تحت پوری بحث کا خلاصہ بیان کر کے مسلمانوں کو یوں ناصحانہ اور مشفقانہ فہمائش کی ہے۔

Marfat.com

"الحمدللہ مہرِ حق منجلی ہوا اور آفتاب حق متجلی جن جن احادیث سے جمع بین الصلوٰتین کا ثبوت، نہ سہل ثبوت، بلکہ قطعی ثبوت زعم کیا گیا تھا، واضح ہوا کہ ان میں ایک حرف ثبیت مقال نہیں، مذہب حنفی اثبات صوری و نفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتایا تھا۔ روشن ہوا کہ قرآن و حدیث اسی کے موافق، دلائل ساطعہ اسی پر ناطق، جن میں رد و انکار کی اصلاً مجال نہیں اور بعونہٖ تعالےٰ بطفیل مسئلہ وہ تازہ مجہلہ، کہنہ مشغلہ، ادعائے عمل بالحدیث کا اشتعلا، اس کا بھرم بھی من مانا کھلا، کہ ہوا سے غرض، ہوس سے کام اور اتباعِ حدیث کا نام بدنام، پرانے پرانے حد کے سیانے، جب اپنی سخن پروری پر آئیں، صحیح حدیثوں کو مردود بتائیں، ثقہ ائمہ کو مطعون بنائیں۔ بخاری و مسلم پس پشت ڈالیں۔ ان کے رواۃ و اسانید میں شاخسانے نکالیں، ہزار چھل کریں، سو ہزار پیچ، جیسے بنے سب صحیح حدیثیں ہیچ۔ امام مالک و امام شافعی کی تقلید حرام، نہ فقط حرام کہ شرک کا پیغام، مگر جب خفیہ کے مقابل دم پر بنے۔ مجتہد چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گاڑھی چھنے، اب ایک ایک شافعی مالکی کو جھک جھک کر سلام، اس کے پاؤں پکڑ اس کا دامن تھام یہ بڑا پیشوا وہ بھاری امام، ان میں جس کا کلام کہیں ہاتھ لگ گیا، اگرچہ کیسا ہی ضعیف، کتنا ہی خطا، بس خضر مل گئے، غنچے کھل گئے، اندر کے جی کے کواڑ کھل گئے سب کوفت سوخت کے غبار دھل گئے، وحی مل گئی، ایمان لے آئے، اسی سے حنفیہ پہ حجت۔ الا ئے اب خبردار کوئی پیچھے نہ پڑے۔ احبار و رہبان کی آیت نہ سنو، چھٹکارے کی گھڑی، بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہو اب تو کمت ہے۔ مسلمانو! ان حضرات کے یہ انداز دیکھے بھالے، اپنا ایمان بچائے سنبھالے، فریب میں نہ آنا یہ زہر در جام ہیں، دھوکا نہ کھانا

Marfat.com

یہ سبزہ بر دام ہیں، بے مہاروں کی چال بہر حال بُری ہے، تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے، بے راہ روی کا دھیان نہ لانا، چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباعِ ائمہ راہ ہدیٰ ہے، راہ ہدیٰ کا والی خدا ہے۔" (ص۳۰)

راقم آثم نے یہ دُرر بار و گہربار، افاداتِ رضویہ، مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر اُس بحرِ زخّار کی ایک جھلک یا بحرِ بیکراں سے قطرۂ آب، برائے توجہ ہر شیخ و شاب پیش کیے ہیں۔ وہ بھی صرف اشارۃً کہ دیکھنے والے دیکھ سکیں اور پرکھنے والے پرکھ سکیں احقر کی یہ مجال کہاں کہ مجدد مأتہ حاضرہ، امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی پرواز یا علمی گہرائی کو کما حقہ بیان کر سکے۔ افسوس کہ جو حضرات بیان کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں وہ گھوڑے بیچ کر سوئے ہوئے ہیں۔ "مرکزی مجلسِ رضا" کا مقصد بھی اُن رہنماؤں کو بیدار کرنا ہے۔ اگر وہ حضرات یوں ہی خوابِ خرگوش کے مزے نہ لے رہے ہوتے تو میرے جیسے نااہل کو ایسے مشکل ترین موضوع پر قلم اٹھانے کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ کہاں اختر جیسا نااہل اور کہاں اعلیٰحضرت جیسی باکمال ہستی۔ اھ

اپنی کہاں بساط کہ اُن تک پہنچ سکیں
ہم ذرہ ہائے خاک ہیں وہ آفتاب تھے

Marfat.com

④

# نوٹ کی حقیقت اور متعلقہ مسائل

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں نوٹ بالکل نو ایجاد چیز تھی۔ مفتیانِ اعظم سے اس کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا جاتا تو تسلی بخش جواب بن نہ پڑتا تھا حتی کہ مکۂ مکرمہ کے مفتی احناف مولانا جمال بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جزئیہ کا کما حقہٗ حکم شرع بیان کرنے سے اپنا عذر "اَلْعِلْمُ اَمَانَةٌ فِیْ اَعْنَاقِ الْعُلَمَاءِ" کہہ کر پیش کیا۔

اعلیحضرت کا یہ پوری دنیائے اسلام پر عظیم احسان ہے کہ آپ نے اس مسئلے کو اس کی صحیح صورت میں دنیا کے سامنے بدلائل قاہرہ وباہرہ معہ حکم جزئیات واضح فرمایا۔ آپ جب دوسری دفعہ ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مطہرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ میں حاضری دے رہے تھے ان دنوں وہاں "الدولۃ المکیہ" کا آفتاب عالمتاب جلوہ گر ہو چکا تھا، آپ کی علمیت کے پیش نظر موقع غنیمت جان کر ایک روز مولانا عبداللہ مرداد اور مولانا محمد احمد جداوی نے نوٹ کے متعلق ایک استفتاء پیش کر دیا، جس میں بارہ سوالات تھے جو معہ جوابات "کفل الفقیہ الفاہم" کے نام سے شائع ہوئے، علمائے مکہ انگشت بدنداں رہ گئے، پوری دنیائے اسلام کے علمائے کرام عش عش کر اٹھے، خدا کا شکر ادا کیا کہ ایسے امام کامل کے فیض سے حصہ پایا۔

**سوال اوّل: ھل ھو مال ام سند من قبیل الصک۔** اعلیحضرت نے جواب دیا کہ نوٹ کی اصل کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے جو مال متقوم ہے۔ سکہ ہونے سے لوگوں کی رغبت اس کی طرف بڑھ گئی اور یہ ضرورت میں کام آنے والی اور ضرورت کے لیے سنبھال

Marfat.com

کر رکھنے والی چیز ہوگئی۔ بحر، شامی، ردالمحتار، بحرالرائق اور تلویح میں مال کی یہی تعریف ہے لہٰذا نوٹ شرعًا، عقلاً اور عرفًا مال ہے نہ کہ تمسک وغیرہ۔

فتح القدیر میں ہے "لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ۔

یعنی کوئی اپنا کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے کو بیچے تو بلا کراہت جائز ہے۔ علاوہ بریں کاغذ کے ٹکڑے پر لکھائی وغیرہ کی وجہ سے اتنی قیمت ہوگئی ہے اور شرعًا اس کی ممانعت بھی نہیں بلکہ قرآن کریم میں نص صریح ہے اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ یعنی یہ کہ کوئی سودا تمہاری آپس کی خوشی کا ہو۔

پھر وضاحت فرمائی کہ مال کی چار قسمیں ہیں :۔

۱۔ جو ہر حال میں ثمن رہے جیسے سونا، چاندی وغیرہ

۲۔ جو ہر حال میں مبیع ہے جیسے کپڑے اور چوپائے وغیرہ

۳۔ جن کی ذات میں کوئی ایسا وصف ہو جس کے سبب کبھی ثمن ہوں اور کبھی مبیع۔

۴۔ جو حقیقتًا متاع ہو اور اصطلاحًا ثمن، جیسے پیسے کہ جب تک ان کا رواج رہے ثمن ہیں ورنہ اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں گے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ نوٹ اسی چوتھی قسم سے ہے کیونکہ اصل میں تو یہ ایک متاع ہے اور اصطلاحًا ثمن۔ اسی لیے نوٹ کے ساتھ تمسک یا وثیقہ جیسا نہیں بلکہ ثمن کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔ فتح القدیر کی مذکورہ عبارت کے بارے میں ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ ہو۔"

۴ صفر ۱۳۲۴ھ کو اعلیحضرت "کفل الفقیہ" کے مبیضہ کی تصحیح کے لیے کتب خانہ حرم میں پہنچے، دیکھا کہ ایک جید عالم بیٹھے مسودہ کفل الفقیہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ (یعنی مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ) جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلیحضرت نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ "لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ" یعنی اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے تو پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے

Marfat.com

اَیْنَ جَمَالُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ مِنْ هٰذَا النَّصِّ الصَّرِیْحِ" حضرت جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کہاں غافل رہ گئے؟

"جب گزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی علیہ الرحمہ مفتی حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے اس کے جزئیہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔ موجودہ مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن صدیق کا اشارہ انہیں کی جانب تھا۔"

(سوانح اعلیحضرت امام احمد رضا صد ۲۲۰)

سوال دوم۔ هل تجب فیه الزکوٰۃ اذا بلغ نصابا فاضلا وحال علیه الحول ام لا" اس کا جواب دیا کہ ہاں نوٹ میں زکوٰۃ اپنی شرطوں کے ساتھ واجب ہے کہ وہ خود قیمتی مال ہے دستاویز یا رسید قرض نہیں کہ جب تک نصاب کا پانچواں حصہ قبضے میں نہ آئے زکوٰۃ دینا واجب نہ ہو اور نوٹ میں نیت تجارت کی بھی حاجت نہیں اس لیے کہ فتوی اس پر ہے کہ ثمن اصطلاحی جب تک رائج ہے زکوٰۃ اس میں واجب ہے۔ یہ ترجمہ پیش کیا گیا ہے اعلیحضرت کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں " فاقول نعم تجب فیه الزکوٰۃ بشروطها لما علمت انه مال متقوم بنفسه ولیس سند او تذکرۃ للدین حتی لا یجب اداؤها مالم یقبض خمس نصاب ولا حاجۃ فیه الی نیۃ التجارۃ لان الفتوٰی علی ان الثمن المصطلح تجب فیه الزکوٰۃ مادام رائجا۔ ملخصا۔ (کفل الفقیہ صد ۲۵)

سوال سوم:۔ هل یصح مهرا۔ جواب دیا:" فاقول نعم یصح مهرا لما علمت اذا کانت قیمته وقت العقد سبع مثاقیل من فضة فان قل یتم کما فی العروض" (کفل الفقیہ صد ۲۶)

ہاں وہ مہر ہو سکتا ہے اسی بنا پر کہ آپ جان چکے جب کہ وقت عقد اس کی قیمت سات

Marfat.com

مثقال چاندی ہو۔ اگر کم ہو گی تو پوری کی جائے گی جس طرح اسباب میں ہے۔

**سوال چہارم:۔** ھل یجب القطع بسرقتہ من حرز۔ اس کا جواب دیا:۔
"یجب القطع بشروطہ"۔ ملخصاً۔ (کفل الفقیہ صـ۲۶) یعنی نوٹ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ اس کی شرطیں پائی جائیں۔

**سوال پنجم:۔** ھل یضمن بالاتلاف بمثلہ او بالدراھم۔ جواب دیا گیا:
"نعم یضمن بالاتلاف بمثلہ ولا یجبر المتلف اداء الدراھم خاصۃ" ملخصاً۔ (کفل الفقیہ صـ۲۶) ہاں کوئی کسی کا نوٹ تلف کر دے تو اس کے تاوان میں نوٹ ہی دینا آئے گا اور تلف کنندہ کو خاص روپیہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

**سوال ششم:۔** ھل یجوز بیعہ بدراھم او دنانیر او فلوس" جواب دیا۔
"نعم یجوز کما تعاملہ الناس فی عامۃ البلاد وقد علمت تحقیقہ"۔ مخلصاً
ہاں جائز ہے جیسا کہ تمام شہروں میں عملدرآمد ہے اور تم اس کی تحقیق جان چکے۔
(کفل الفقیہ صـ۲۷)

ردالمحتار میں ہے:۔
من شروط[۱] انعقاد البیع کون المعقود علیہ مالا متقوما انہ لم ینعقد بیع کسرۃ خبز لان ادنی القیمۃ التی تشترط الجواز البیع فلس"
اور اس عبارت کے تحت خود یہ شبہ وارد کیا:۔ "معلوم ان ھذا القدر من القرطاس لا یساوی فلسا ای فیکون البیع باطلا غیر منعقد اصلا فضلا عن الحرمۃ والکراھۃ۔ یعنی یہ تو واضح ہے کہ اتنے سے کاغذ کی قیمت تو ایک پیسہ بھی نہیں تو نوٹ

---

[۱] بیع منعقد ہونے کی شرائط میں سے بیع کا مال متقوم ہونا ہے۔ روٹی کے ٹکڑے کی بیع باطل ہے کہ جواز بیع کے لیے کم از کم ایک پیسہ قیمت ہونا شرط ہے۔

Marfat.com

کی قیمت باطل اور غیر منعقد ہونی چاہیے۔ مکروہ یا حرام ہونا تو دوسری بات ہے۔

اعلیحضرت کی طرف سے اس شبہے کا جواب ملاحظہ ہو:۔

اوّلاً:۔ اصل کے لحاظ سے اگرچہ وہ کاغذ کا ٹکڑا واقعی ایک پیسے کا بھی نہیں لیکن اصطلاحی طور پر تساج اس کی مالیت سو یا ہزار روپے کی ہے لہذا حال (موجودہ) کی مالیت کو دیکھا جائے گا نہ یہ کہ اصل میں کیا ہے۔

ثانیاً:۔ مٹی کے برتن مسلمانوں میں بکتے اور خریدے جاتے ہیں۔ ان کی اصل مٹی ہے اور مٹی مال نہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

"شائع ذائع بین عامة المسلمین ولم ینکرہ احد مع ان اصلہ تراب والتراب لیس بمال" ملخصًا۔

ثالثاً:۔ خود پیسے کی جو اصطلاحی قیمت ہے وہ اس کی اصل کے لحاظ سے نہیں، یوں تو پیسے کی بیع بھی جائز نہیں رہتی کہ اصل کے لحاظ سے خود پیسے کی قیمت بھی ایک پیسہ نہیں ہے، مثلاً فرمایا:۔ "نبا النظر للاصل لایساوی الفلس نفسہ فلسا فلا یکون مالا متقوما فکیف یکون قیمة وثمنا" ملخصًا۔

رابعاً:۔ عالم کی شرعاً عقلاً عرفاً تعظیم کی جاتی ہے۔ حالانکہ اصل میں وہ بھی دوسرے آدمیوں کی طرح بے خبر پیدا ہوا تھا۔ یہ عبارت قابل غور ہے:۔ "الا تری ان العالم معظم شرعًا عقلاً عرفًا ولا نظر الی انہٗ فی الاصل من الذین قال اللہ تعالیٰ فیھم۔ ھو الذی اخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئًا۔ وما ذالک الا لانہ بحدوث وصف فیہ صار متقوما عند اللہ وعند الناس بعد ان لم یکن"۔ ملخصًا

مزید برآں کفایہ۔ فتح القدیر۔ رد المحتار، بحر الرائق، کشف کبیر، تنویر الابصار، قنیہ، ظہیریہ، درر وغرر، غنیہ، شرنبلانی، طحطاوی اور در مختار وغیرہ کتب سے اس مسئلے کا تسلی بخش اور مدلل

Marfat.com

جواب دیا۔

سوال ہفتم :۔ اذا استبدل بثوب مثلاً یکون مقایضہ او بیعا مطلقا"

جواب دیا، قد اذ نالک انہ ثمن اصطلاحی فاستبدالہ بالثوب لا یکون مقایضۃ بل بیعا مطلقا ولا یتعین النوط بل یلزم فی الذمۃ کالفلوس"۔ ہم تمہیں بتا چکے کہ نوٹ ثمن اصطلاحی ہے تو کپڑے سے اُس کا بدلنا مقایضہ نہ ہوگا بلکہ بیع مطلق ہوگا اور خاص وہی نوٹ دینا نہ آئے گا بلکہ پیسوں کی طرح ذمہ پر لازم ہوگا۔ (کفل الفقیہ صہ۴۱)

سوال ہشتم :۔ ھل یجوز اقراض وان جاز فیقضی بالمثل او بالدراھم

اس کا جواب دیا: نعم یجوز اقراضہ لما تقدم انہ مثلی ولا یقضی الا بالمثل لانہ شان القرض بل کل دین لا یقضی الا بمثلہ الا ان تراضیا"۔ ہاں نوٹ قرض دینا جائز ہے اس لیے کہ اوپر گزر چکا کہ وہ مثل ہی کے دینے سے ادا کیا جائے گا۔ قرض کی یہی شان ہے بلکہ کوئی دین ادا نہیں کیا جاتا مگر اپنی مثل سے، ماسوائے طرفین کی رضامندی کے۔ (کفل الفقیہ صہ۴۲)

سوال نہم :۔ ھل یجوز بیعہ بدراھم نسیئۃ الی اجل معلوم"۔ جواب یہ دیا گیا :۔ نعم یجوز اذا قبض النوط فی المجلس کیلا یفترقا عن دین بدین"۔ ملخصاً۔ ہاں جائز ہے جب کہ اُسی مجلس میں نوٹ پر قبضہ کر لیا جائے تاکہ طرفین دین کے بدلے دین بیچ کر جدا نہ ہوں۔ (کفل الفقیہ صہ۴۲)

آگے بحر، در، ردالمحتار، ذخیرہ، مبسوط، محیط، حاوی، بزازیہ، کنز، فتاویٰ خانیہ، تنویر، ہندیہ، عالمگیری، ہدایہ، فتاویٰ تاری، جامع صغیر وغیرہ کی روشنی میں اس مسئلے کے متعلق پوری فقہ حنفیہ کا ماحصل بیان کر کے رکھ دیا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول جو بظاہر اس کے خلاف نظر آتا تھا اس کی ایسی توضیح فرمائی جو صرف اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ تھا۔

Marfat.com

سوال دہم: "ھل یجوز السلم فیہ بان تعطی الدراھم علی نوط معلوم نوعا وصفۃ یؤدی بعد شھر مثلا" اس کا جواب یہ دیا: "نعم یجوز السلم فی النوط"، (ملخصا) ہاں نوٹ میں بدنی (بیع سلم) جائز ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے جو ایک روایت نادرہ بحر میں اس کے خلاف آئی ہے اس پر ہدایہ اور فتح القدیر وغیرہ کی روشنی میں بحث کی نیز دلائل عقلیہ ونقلیہ سے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے اثبات کو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے انکار پر ترجیح دی اور ثابت کیا کہ اس باب میں فتویٰ قول شیخین پر دینا چاہیے۔ (کفل الفقیہ صہ ۵۸)

سوال یازدہم: "ھل یجوز بیعہ بازید مما کتب فیہ من عدد الربابی کان بیاع نوط عشرۃ باثنی عشر او عشرین او بانقص منہ کذالک؟"

جواب ملاحظہ ہو۔ "نعم یجوز بیعہ بازید من رقمہ وبانقص منہ کیفما تراضیا لما علمت عن تقدیرھا بھذا المقادیر انما حدث باصطلاح الناس وھما لا ولایۃ للغیر علیہما کما تقدم عن الھدایۃ والفتح فلھما ان یقدرا بما شاء من نقص او زیادۃ"، (ملخصاً) ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہو جائے اس کا بیچنا جائز ہے۔ اس لیے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ نوٹ کا ان مقداروں سے اندازہ کرنا صرف لوگوں کی اصطلاح سے پیدا ہوا ہے اور بائع ومشتری پر ان کے غیر کی کوئی ولایت نہیں جیسا کہ ہدایہ اور فتح القدیر سے گزرا تو ان دونوں کو اختیار ہے کہ کم یا زیادہ جتنا چاہیں اندازہ مقرر کریں۔ (کفل الفقیہ صہ ۶۲)

مسئلے کی اس نوعیت میں بعض کے نزدیک سود کا اشتباہ بتایا جاتا تھا۔ لہٰذا وضاحت فرمائی کہ اس میں جنس اور ماپ تول برابر ہوتی ہے۔ اگر قدر اور جنس دونوں پائی جائیں تو بیشی اور ادھار دونوں حرام، اگر ایک چیز پائی جائے تو بیشی حلال اور ادھار حرام۔ آگے ردالمحتار، صحیح مسلم، فتح القدیر، درمختار، تنویرالابصار، ہدایہ، بحر، حاشیہ درر،

Marfat.com

عنایہ، محیط، کفایہ، فتاویٰ قاضی خاں اور تبیین وغیرہ کے حوالوں سے نوٹ کا کم اور زیادہ پر بیچنا جائز ثابت کیا اور مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی کا فتویٰ جو اس کے خلاف تھا اس کی اصلاح فرمائی۔ آگے ایسے چھ حیلے بھی از روئے شرح بیان کیے کہ جن پر عمل کر کے منافع بھی حاصل کیا جا سکے اور سود بھی نہ ہو۔ نیز نوٹ ادھار لینے دینے کا معاملہ بھی واضح فرمایا۔

**سوال دوازدہم:۔** فهل یجوز اذا اراد زید استقراض عشرة ربابی من عمرو ان یقول عمرو لادراهم عندی ولکن ابیعك نوط عشرة باثنتی عشرة ربیه منجمة الی سنة تؤدی کل شهر ربیة وهل ینهی عن ذالك لانه احتیال فی الربوا ان لم یکن فما الفرق بینه وبین الربا حتی یحل هذا ویحرم ذالك مع ان المال وهو حصول الفضل واحد فیهما۔

افیدونا الجواب تؤجروا یوم الحساب" اس کا جواب حسب ذیل ہے:۔

"نعم یجوز اذا قصد البیع حقیقة دون القرض وذالك لان البیع جائز التفاضل جائز والتاجیل جائز کما حققنا کل ذالك وما التنجیم الانوع من التاجیل۔ نعم ان اقرض نوط عشرة وشرط ان یرد المستقرض اثنتی عشرة ربیه او احدی عشرة او عشرة وقطعه مثلا حالا او مالا منجما او غیر منجم فهذا حرام وربوا قطعا لانه قرض جر نفعا وقد قال سیدنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کل قرض جر منفعة فهو ربوا۔" ملخصا۔ (کفل الفقیہ ص۱۱)

ہاں جائز ہے جبکہ دونوں حقیقتاً بیع کا ارادہ کریں، نہ قرض کا۔ اس لیے کہ بیچنا جائز اور کمی بیشی جائز اور مدت معین پر ادھار جائز جیسا کہ ہم سب باتوں کی تحقیق بیان کر آئے اور قسط بندی بھی ایک قسم کی مدت ہی معین کرنا ہے۔ ہاں اگر دس کا نوٹ قرض دیا اور شرط کر لی کہ قرض لینے والا بارہ روپے یا گیارہ یا مثلاً ایک دونی اوپر دس اب یا کچھ مدت بعد

Marfat.com

قسط بندی سے یا بلا قسط واپس دے تو یہ ضرور حرام اور سود ہے۔ اس واسطے کہ وہ ایک قرض ہے جس سے نفع حاصل کیا اور بے شک ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ سُود ہے۔

اس کے بعد ردالمحتار، ذخیرہ، بخاری، مسلم، فتح القدیر، الیضاح اور محیط وغیرہ کی روشنی میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نظریات واضح فرمائے اور ہر پہلو سے مسئلہ کی حقیقت کو روشن کر دکھایا۔ سود کی حد بندی کر کے جائز طریقوں پر نفع حاصل کرنے کی صورتیں بھی تحریر فرمادیں۔

دیوبندی حضرات کے نزدیک، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی تمام علومِ دینیہ میں منصبِ امامت پر فائز تھے۔ نیز فقہ میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی متبحر عالم اور صاحب بحرالرائق کے مدمقابل وفقیہہ النفس تھے۔ ملاحظہ ہو (دیباچہ فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب مطبوعہ کراچی) گنگوہی صاحب موصوف سے بھی نوٹ کے بارے میں حکم شرع پوچھا گیا، ان کے جوابات ملاحظہ ہوں:-

۱۔ "نوٹ وثیقہ اُس روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے مثل تمسک کے اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آجائے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جائے تو بشرطِ ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ مبیع ہوتا تو ہرگز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جائے تو بائع سے بدل لے سکیں۔ پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائیگا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے، فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین۔ اُن میں زکوٰۃ نہیں۔ اگر بہ نیتِ تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکوٰۃ ہوگی۔"
(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص۳۵۷)

۲۔ "نوٹ کی خرید وفروخت بعبار قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں حیلہ حوالہ ہو سکتا،

Marfat.com

اور بعید عقد حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربوٰ اور ناجائز ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب صد ۴۱۸)

۳- " روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کی رجسٹری یا بیمہ کرا دینا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم صد ۱۷۲)

۱۳۲۹ھ میں اعلیحضرت نے " الذیل المنوط لرسالۃ النوط " کے تاریخی نام سے ایک مستقل رسالہ جو کفل الفقیہ کا تتمہ ہے، لکھا اس میں گنگوہی صاحب موصوف کے مذکورہ فتوؤں کا، جو تصریحات ائمہ کے خلاف ہیں۔ ہدایہ۔ ترمذی۔ نسائی۔ احمد۔ فتح القدیر۔ عنایہ۔ عالمگیری، ردالمحتار، درمختار، بحرالرائق، نہرالفائق، شامی، فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ کی روشنی میں وہ اٹھارہ محققانہ رد فرمائے کہ اہل علم حضرات کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور وہ باری تعالےٰ شانہٗ کا شکر بجالائے کہ ایسے مایۂ ناز محقق و فقیہہ اعظم کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

جناب علامہ عبدالحئی صاحب لکھنوی نے بھی اس بارے میں ایک طویل فتویٰ جاری کیا تھا جو ان کے فتاویٰ کی جلد دوم میں چھبیسواں فتویٰ ہے۔ موصوف ایک متبحر عالم تھے لیکن ان کی تحقیق اس بارے میں ائمہ کرام کی تصریحات کے خلاف واقع ہوئی۔ علمی غلطیوں سے چشم پوشی کر جانا ایک مجدد کی شان سے بعید ہے کیونکہ باری تعالیٰ شانہٗ، مجددوں کو پیدا ہی اس لیے کرتا ہے کہ دین میں جب غلط باتیں شامل کی جارہی ہوں تو مجدد تائید ربانی کے تحت اپنی قوت فیصلہ سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دکھائے۔

اعلیحضرت قدس سرہٗ نے علامہ عبدالحئی کے فتویٰ پر از روئے دلائل، محققانہ انداز میں ایک سو بیس اعتراضات کیے۔ ان بلند پایہ ابحاث کو دیکھ کر مصنف پر مجتہد ہونے کا گمان گزرتا ہے لیکن آپ نے اس انعام خداوندی کا اظہار یوں فرمایا:۔

Marfat.com

"ولله الحمد، باایں ہمہ حاشا نہ فقیر مجتہد ہے نہ ائمہ مجتہدین کے ادنیٰ غلاموں کا پاسنگ، ان کی خاکِ نعل کے برابر بھی منہ نہیں رکھتا، نہ معاذ اللہ شرع الٰہی میں اپنی عقل قاصر کے بھروسے پر کچھ بڑھا سکتا ہے۔ اس فتویٰ اور ان دونوں رسالوں میں جو کچھ ہے جہد المقل ہے یعنی ایک بے نوا محتاج کی اپنی طاقت بھر کوشش۔"
(رسالہ النوط صہ ۱۶۷)

Marfat.com

# ۵

# تیمّم کی تعریف و ماہیتِ شرعیہ

۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ کو اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا: "تیمم کی تعریف و ماہیت شرعیہ کیا ہے"؟ علومِ شرعیہ کے اس بحرِ بیکراں نے وہ جواب دیا جو فتاویٰ رضویہ شریف کی جلد اوّل کے ص۵۸۶ سے ص۸۵۰ تک جہازی سائز کے (دوسو چونسٹھ) صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر دلائل کے انبار، حوالے قطار اندر قطار، غرضیکہ علم فقہ کا ایک اتھاہ سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ پہلے تیمم کی سات تعریفیں بیان فرمائیں۔

مسئلہ تیمم کے متعلق تمام کتب فقہ کی متعلقہ عبارات، ان پر سیر حاصل تبصرہ، اُن کی مطابقت و موافقت دکھانا، اجمال کی تفصیل اور ابہام کی توجیہہ ایسے محققانہ انداز سے کرنا جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ سب تائید ربانی کی کرشمہ سازیاں و گہرباریاں ہیں۔ ائمۂ دین و علمائے امت کی متعلقہ جملہ تصریحات کے پیش نظر مفتی نے اپنے کمال اور زورِ استدلال سے میدانِ فقہ میں نیا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا جس کو دیکھتے ہوئے ماننا پڑتا ہے کہ کم ترک الاوّل للآخر۔

جلیل القدر فضلا کی تصانیف میں تیمم صحیح ہونے کے لیے پانی نہ ملنے کی دس بیس سے زیادہ صورتیں نہ دیکھی گئیں جن میں عذر عند الشرع مقبول ہو مگر دیگر مایۂ ناز کتب میں بھی یکجا ایسے عذر چالیس پچاس سے تجاوز نہ کر سکے لیکن امام اہل سنت فاضل بریلوی کی باری آئی اور آپ نے پانی سے عجز کی صورتیں گنائیں تو ترتیب وار پورے دوسو بتائیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

Marfat.com

تیمم کے باب میں "جنسِ ارض" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اسی لیے اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"جنسِ ارض، اس کی معرفت کہ جنسِ ارض کسے کہتے ہیں اور کیا کیا چیز جنسِ ارض سے ہے، کیا کیا نہیں، اہم مہم ہے کہ اسی پر مدار مسائل تیمم ہے فاستمع و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق"

(جلد اوّل صفحہ ۶۶۸)

اب اس کی وضاحت کرنے، کمال تحقیق کے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے یہ الفاظ ابتداء کی۔

"سیدنا امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہر اس چیز سے کہ جنسِ ارض سے ہو تیمم روا ہے جب کہ غیر جنس سے مغلوب نہ ہوا اور اس کے غیر سے ہمارے جمیع ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک روا نہیں، لہذا جنسِ ارض کی تحدید و تعدید درکار۔" (فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۶۶۸)

جنسِ ارض میں اجسام نار سے جو آثار پیدا ہوتے ہیں ان کے لیے ہمارے ائمہ کرام اور علمائے اسلام نے پانچ الفاظ استعمال فرمائے ہیں:۔

۱۔ احتراق ۲۔ ترمد ۳۔ لین ۴۔ ذوبان ۵۔ انطباع۔

ان پر اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مفصل بحث کی اور کتب فقہ کی روشنی میں ہر ایک کی کیفیت و ماہیت اور اس کے بارے میں حکم شرعی کی وضاحت فرمائی لیکن چونکہ علمائے کرام نے اپنی تصانیف میں شمار مختلف کیے ہیں یعنی ان پانچ میں سے ایک کو دوسری میں مدغم یا اس کے تابع قرار دے کر الگ شمار نہیں کیا۔ یوں کسی کے نزدیک تین پر بس اور ان پر جو احکام صادر ہوئے ان میں بھی بعض میں بظاہر تفاوت کا خدشہ بلکہ اختلاف تک معلوم و مفہوم۔ لہذا اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جمیع علمائے کرام کے متعلقہ اقوال جمع کر کے ان پہ

Marfat.com

وہ محققانہ بحث فرمائی کہ پیشِ خویش "فقیہ النفس اور حکیم الامت" بننے والی ہستیاں ان بیانات کو سو دفعہ پڑھ کر ایک مرتبہ بھی اسی طرح بیان کرنے پر قدرت نہ حاصل کر سکیں۔

اس کے بعد اہلِ سنت کے اس فقیہ اعظم اور امام اکرم نے مجددانہ شان سے ان عباراتِ علمائے کرام کی تطبیق اور پیدا ہونے والے اشکالات کا حل بہ دلائل عقلیہ و نقلیہ یوں پیش کیا۔

"بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے ان بیانات خمسہ کے معانی مقصودہ اور ان کی نسبتیں ظاہر ہو گئیں کہ احتراق عین ترمد ہے اور ترمد بمعنی اوسط اور لین وانطباع و ذوبان سب کا حاصل انطراق۔ صلاحیت لین و انطباع متلازم فی الوجود ہیں اور ان کے مشتق متساوی فی الصدق اور صلوح ذوبان بھی ظاہراً ان دونوں کا ملازم و ملزوم اور ان کا اس سے مطلقاً عموم بھی ایک احتمال غیر معلوم۔ اب بارہ عبارات اعنی باستثنائے دو پیشین اول مورد ایراد اور دوم باطل ہے۔ سب کا حاصل دو وصفوں کا اعتبار ہوا، ترمد وانطراق۔ پانچوں وصف انہیں دو کی طرف راجع ہو گئے اور بفضلہ تعالیٰ اتنے فائدے حاصل ہو گئے۔

۱۔ انطباع کی لین سے تفسیر کہ "درر" نے کی صحیح اور تفسیر بالمساوی ہے۔

۲۔ تقطیع ولین سے اس کی تفسیر کہ "منح" نے کی اس کے خلاف نہیں، صرف اصل مفہوم انطباع یعنی قابلیتِ عمل کا اس میں اظہار فرما دیا ہے۔ ونعما فعل۔

۳۔ یلین وینطبع خواہ ینطبع ویلین ہر ایک میں ایضاح کے لیے جمع متساویین ہے اس میں نہ اتحاد مصداق باطل، نہ جمع میں ایہام غلط، نہ کوئی لغویت، نہ تفسیر بالاخفیٰ۔

۴۔ اظہر تساوی انطباع و ذوبان ہے تو بدستور یذوب و ینطبع خواہ ینطبع و یذوب ایک ہی بات ہے اور اجتماع مثل جمع ولین وانطباع، البتہ اگر عموم انطباع ثابت ہو تو عبارات نہم و دہم دیا نہ دہم نیز عبارات شمس الائمہ و ظہیریہ و خانیہ و خزانۃ المفتیین میں جمع ذوبان وانطباع یا ذوبان ولین ضرور موہم غلط ہو گا کہ اب جنسیت ارض وجود و

Marfat.com

ذوبان پر موقوف رہے گی حالانکہ مجرد انطباع سے حاصل لا جرم واؤ بمعنی او لینا ہوگا اور ذکر ذوبان ضائع، ان اکابر سے اس کا صدور ہمارے اس استظہار کی صحت پر دلیل ہے کہ ذوبان بھی ملازم انطباع ہے۔

۵۔ عبارت ششم میں ایک طرف اضافۂ انطباع دوسری طرف ترک کا حاصل ایک ہے ایضاً گا بڑھایا اور ایجاز اگم کیا۔

۶۔ یونہی عبارت سیزدہم میں ترک و ذکر لین۔

۷۔ ینطبع ویلین میں نفع ایضاح مراد ہے کہ لفظ انطباع قلیل السماع اور یلین وینطبع میں ازاحت وہم ہے کہ توہم لین بمعنی عام کا اندفاع۔

۸۔ یونہی ذوبان وانطباع کی تقدیم وتاخیر میں۔

۹۔ عبارت یازدہم میں خوبی یہ رہے گی کہ قسم دوم میں نار کے دونوں اثر اصلی کے لیے اگرچہ ذکر لین کافی تھا۔

۱۰۔ سیزدہم وچہاردہم میں نفع ایجاز ہے کہ ملزومات ثلثۂ انطراق سے صرف ایک لیا کہ دلالت علی المقصود پر بس تھا۔ باقیوں کا مسلک ایضاح کے لیے المناب۔

۱۱۔ عبارت "عنایہ" میں برخلاف کل او مسامحت ہے یا الف زیادت ناسخ یا او تخییر فی التعبیر کے لیے ہے یعنی ینطبع کہو یا یلین، حاصل ایک ہے۔

۱۲۔ "غرر" میں بعد "ھو" لفظ ما بڑھنا چاہیے اور "درر" میں پہلا "او" گھٹنا، کہ وہ جنس کی تفسیر ہو جائے اور یہ غیر جنس کا بیان۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد اول صہ ۶۸۶)

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن اشیاء کا شمار پیش کیا جن سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تیمم کرنا جائز ہے۔ فقہ حنفی کی جملہ کتابوں سے ایسی تمام اشیاء کے نام لکھے اور ہر چیز کے ساتھ ان کتابوں کا حوالہ دیا جن میں اُس چیز سے تیمم کرنا جائز بتایا ہے۔

Marfat.com

ایسی تمام منصوصات کا شمار چوہتر ہے حالانکہ کسی ایک فقہی کتاب میں پچاس کا شمار بھی نہ ملے گا اس کے علاوہ امام اہلِ سنت نے اپنے تفقہ فی الدین اور القائے ربانی سے ایک سو سات کا شمار اپنی طرف سے ایزاد فرمایا اور ان اشیاء کی گنتی ایک سو اکاسی تک پہنچا دی۔

اس کے بعد ان اشیاء کے نام مع حوالہ کتب پیش کیے جن سے تیمم جائز نہ ہونے کی تصریح ہمارے ائمہ کرام کی مایۂ ناز تصانیف میں بیان ہو چکی ہے ان کا شمار اٹھاون ہوا۔ مجددِ مائۃ حاضرہ نے فراستِ ایمانی اور تائید ربانی سے بہتر زیادات شامل کیے۔ اس طرح ان کا شمار ایک سو تیس ہو گیا۔ گویا جملہ منصوصات و مزیدات، جن سے تیمم جائز اور جن سے جائز نہیں۔ دونوں کا شمار تین سو گیارہ ہے۔ مذکورہ اشیاء کا شمار اتنی تعداد میں درکنار، آج دنیا کی کسی فقہی قابلِ اعتماد کتاب میں، ان کا نصف بھی نہ مل سکے گا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اس کے بعد تر زمین[۱]، کیچڑ[۲]، زمین و خاک سوختہ[۳]، خاکستر[۴]، پکی اینٹ[۵]، نمک زار زمین[۶] شیشہ[۷]، مردار سنگ[۸]، مرجان[۹]، ذہب[۱۰]، فضہ[۱۱]، حدید[۱۲]، رصاص[۱۳]، صفر[۱۴] اور نحاس سے تیمم جائز ہونے یا نہ ہونے کے متعلق اکثر کتب فقہ کی روشنی میں بحث فرمائی۔ چنانچہ ۱ کے بارے میں گیارہ ۲ پر بارہ ۳ پر سولہ ۴ پر سترہ ۵ پر چودہ ۶ پر آٹھ ۷ پر پندرہ۔ ۸ پر انیس ۹ پر آٹھ ۱۰ پر سترہ ۱۱ پر چودہ ۱۲ پر چودہ ۱۳ پر نو ۱۴ پر نو ۱۵ پر آٹھ حوالہ جات کتب فقہ سے پیش کر کے، ترجیح دلائل و صور مختلفہ و صفاتِ حقیقیہ و مصنوعہ کے بارے میں حکم عدل و قول مصرح کیے۔ یہ بیان بھی اتنا مفصل و مدلل کسی فقہی کتاب میں نہ مل سکے گا۔ بعدہٗ تیمم کے متعلق اکیس مسائل کو مدلل طور پر پیش فرمایا۔ پھر تقریباً تین درجن کتب فقہ کی روشنی میں اس امر کی تصریح و تشریح کی کہ جس طرح وضو اور غسل سے پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ تیمم سے اس طرح مٹی مستعمل نہیں ہوتی۔ اس میں صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا خلاف موجود ہے مگر از روئے دلائل ترجیح بہر صورت، مسلکِ حنفیہ کو ہے جسے واضح کر دکھایا ہے۔

جناب گنگوہی صاحب سے کسی نے سوال کیا تھا کہ مسجد کی دیوار سے تیمم جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب آنجناب نے بایں الفاظ دیا تھا "تیمم دیوارِ مسجد سے کرنے کو بعض کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے" اس کا دلائل قاہرہ سے رد فرمایا گیا۔ بعض کتب فقہ پر جو کراہت کا بہتان باندھا تھا اس سے ظاہر ہو گیا کہ آنجناب کو فقہی مسائل میں قطعاً عبور نہیں تھا۔ جو ذہن میں آتا وہی لکھ دیتے تھے۔

اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس ایک مسئلہ تیمم میں جس قدر دلائل پیش کیے، تمام کتب فقہ کی روشنی میں جو سیر حاصل تبصرہ فرمایا اور اس سے جو آپ کی علمیت ثابت ہوتی ہے اس کے لحاظ سے ہر منصف مزاج یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ بے شک اعلیٰحضرت مرکزِ دائرہ تحقیق اور اہلِ سنت کے امام ہیں۔ موافقین و مخالفین کی فقہی تصانیف موجود ہیں، انہیں سامنے رکھ کر دیکھیے، نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ بغض و عناد کی بنا پر اعلیٰحضرت کے لیے کوئی خواہ کچھ بھی کہتا پھرے لیکن اس چودھویں صدی میں کسی عالم کا آپ سے سبقت لے جانا یا مساوی ہونا تو دور کی بات ہے حقیقتاً کوئی بلحاظ علمیت آپ کی گردِ راہ کو بھی نہ پاسکا۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ سنی مسلمان جو امام اہلِ سنت، مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں مسلک اسلاف کو اپنا کر حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے بے دینوں، گمراہوں کے پھندوں سے بچے ہوئے ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

Marfat.com

## ۶

# مسئلہ امکانِ کذب

متحدہ ہندوستان میں سب سے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) کے پوتے مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) نے معتزلہ، کرامیہ، مزداریہ اور ظاہریہ وغیرہ فرقِ ضالہ کے اتباع میں، امکانِ کذب باری کا نظریہ اپنے رسالہ "یکروزی" میں لکھ کر ایک کفریہ بدعت کو رواج دیا۔ جو روحِ اسلام اور شریعتِ محمدیہ کے بالکل خلاف ہے۔

علمائے اہل سنت اور خاندان عزیزی کے خوشہ چین اہل علم حضرات نے تصنیف و تالیف اور مباحثوں مناظروں کے ذریعے، مصنف یکروزی اور ان کے ہم خیال علماء کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ یہ نظریہ نیم بسمل کی طرح تڑپتا ہوا نظر آنے لگا اور مکذبین باری تعالیٰ نے مجبور ہو کر اس مسئلہ پر گفتگو کرنے سے زبان و قلم کو روک لیا۔

سالہا سال بعد اگر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ) اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی[1] (المتوفی ۱۳۴۵ھ) اپنی رسوائے زمانہ کتاب "براہین قاطعہ" میں اس مسئلہ کو دوبارہ زیرِ بحث نہ لاتے اور اس کی علمبرداری نہ کرتے تو یہ غیر اسلامی عقیدہ بھی اپنے ہندوستانی موجدوں کے ساتھ ہی زندہ درگور ہو گیا ہوتا اور ایک زبردست

---

[1] ان دونوں حضرات کے خیالات فاسدہ کو سمجھنے کیلئے تقدیس الوکیل عن توہین الرشید و الخلیل" مصنفہ مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ شائع کردہ نوری بک ڈپو لاہور بھی ملاحظہ کی جائے۔
(محمد عارف رضوی)

Marfat.com

فتنہ کا دروازہ بند ہو جاتا۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اس میدان میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی سے بھی چار قدم آگے بڑھ گئے۔ اپنے ایک مہری و دستخطی فتوے میں صاف تصریح کردی کہ وقوعِ کذب کے قائل کو تفسیق و تضلیل سے مامون رکھنا چاہیے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

چونکہ شریعتِ محمدیہ میں امکانِ کذب کی قطعاً گنجائش نہیں لہٰذا عوام کو مغالطہ دینے کی غرض سے دینِ مصطفوی پر یوں غضب ڈھایا کہ خلفِ وعید کو امکانِ کذب کی نوع ٹھہرا دیا، حالانکہ محققین نے خلفِ وعید کا بھی انکار کیا ہے اور جن علمائے کرام نے اسے جائز ٹھہرایا ہے وہ اس کا صرف امکان نہیں بلکہ وقوع مانتے ہیں۔ یوں گنگوہی اور انبٹھوی صاحبان وقوعِ کذبِ باری کے قائل ٹھہرتے ہیں۔

جب یہ نئے مکذبینِ باری تعالےٰ، شانِ خداوندی میں جھوٹ جیسے عیب کا دھبہ لگا رہے تھے تو چاروں طرف سے علمائے اہلِ سنت نے ان کا محاسبہ کیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ منکرینِ تنزیہ و تقدیسِ باری تعالیٰ شانہٗ کی تردید میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ۱۳۰۷ھ میں شہر میرٹھ سے جناب ابو محمد صادق علی مداح صاحب نے اس مسئلہ کی صحیح صورتِ حال معلوم کرنے کی غرض سے امام اہلِ سنت مجددِ دین و ملت علیہ الرحمہ کی خدمت میں استفتاء بھیجا۔

اُس وقت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی عمر صرف بینتیس سال تھی آپ نے جو معرکۃ الآرا جواب دیا وہ تراسی سال سے لاجواب اور "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" کے تاریخی نام سے مشہور و معروف ہے۔ جس نے اس خلافِ اسلام عقیدہ کے اگلے پچھلے سارے علمبرداروں کے سب حیلے حوالے ملیامیٹ کر دیے اور مکذبینِ تقدیسِ باری کے بلند بانگ دعادی کا شیش محل، اس کے منصہ شہود پر آتے ہی، بلبلے کی طرح مٹ گیا۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مکذبین اپنی سب سے بڑی دلیل آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کو بناتے تھے اور کہتے تھے کہ جو باری تعالیٰ شانہ کو جھوٹ پر قادر نہیں مانتے (یعنی اہل سنت) وہ قادر مطلق کی شان میں عجز کا دھبہ لگاتے ہیں۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے "سبحان السبوح" کے مقدمے میں ہی چار مثالوں کے ذریعے اس مغالطہ کا ازالہ کیا اور بتایا کہ کُلِّ شَیْءٍ پر قادر ہونے کا مطلب کیا ہے ملاحظہ ہو۔

۱۔ "خلاق کبیر جل وعلا فرماتا ہے: خالق کل شیء فاعبدوہ۔ وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حادث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفاتِ باری عز مجدہٗ مخلوقیت سے پاک (ہیں)

۲۔ سمیع وبصیر جل مجدہ فرماتا ہے۔ انہ بکل شیء بصیر۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

یہ تمام موجودات قدیمہ وحادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک کسوتِ وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے۔ کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے، جو اصلا ہے ہی نہیں وہ نظر کیا آئے گا؟ تو نقصان جانب قابل ہے نہ جانبِ فاعل۔ (شرح فقہ اکبر للقاری، شرح السنوسی للجزائریہ اور حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ کی واضح عبارتوں سے اس کا ثبوت دیا۔

۳۔ قوی قدیر تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: وھو علی کل شیء قدیر۔ وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ یہ موجود ومعدوم سب کو شامل، بشرطِ حدوث وامکان کہ واجب ومحال اصلاً لائق مقدوریت نہیں۔ مواقف میں ہے۔ القدیم لا یستند الی القدرۃ۔ شرح مقاصد میں ہے۔ لا شیء من الواجب والممتنع بمقدور۔

Marfat.com

امام شافعی فرماتے ہیں۔ جمیع المستحیلات العقلیہ لاتعلق للقدرۃ بہا۔ کنز الفوائد میں ہے خروج الواجب والمستحیل فلایتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بہما۔ شرح فقہ اکبر میں ہے لایمتنع بنفس مفہومہ کجمع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم لایدخل تحت القدرۃ القدیمہ۔

۴۔ علیم خبیر عزّ شانہٗ فرماتا ہے:۔ وھو بکل شیئٍ علیم۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلیہ واجب وممکن وقدیم وحادث ومعدوم ومفروض وموہوم غرض ہر شئے ومفہوم کو قطعًا محیط جس کے دائرے سے اصلا کچھ خارج نہیں، یہ ان عمومات میں سے ہے جو عموم قضیہ "مامن عام الا وقد خص منہ البعض" سے محفوظ ہیں۔"

(سبحان السبوح ص۵)

اسی ایمان افروز بیان کو عام فہم الفاظ میں آگے یوں سمجھایا ہے:۔

"اب دیکھیے لفظ چاروں جگہ ایک ہے یعنی کُلّ شیئٍ مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ فرمایا، جو اُس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفاتِ خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا معاذاللہ عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا دائرہ ابصار سے مہجور رہنا یا ذباللہ احاطہ بصرِ الٰہی میں باعثِ فتور نہ ہوا۔ فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا۔ اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شئے اپنی حدِ ذات میں مقدور ہونے کے قابل ہے، اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطۂ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات ومحالاتِ عقلیہ کو بھی شامل ہو، جو اصلًا تعلقِ قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔" (سبحان السبوح ص۷)

آگے تین عام فہم مثالوں سے واضح کیا کہ محالات میں تعلق قدرت کی صلاحیت کیوں

Marfat.com

نہیں ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

"قدرت الٰہی صفتِ کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے، نہ معاذ اللہ صفتِ نقص و عیب، اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو ابھی انقلاب ہوا جاتا ہے، وجہ سنئے، جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال، محال سب ایک سے، مع ہٰذا تمہارے...... خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہیے آنا ہی عجز و قصور کہیے تو واجب کہ سب محالات زیرِ قدرت ہوں اور منجملہ محالات، سلبِ قدرت الٰہیہ بھی ہے، تو لازم کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کو کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنا لینے پر بھی قادر ہو، اچھا عمومِ قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی۔ (سبحان السبوح صث)

مسئلہ پر بحث کی ابتدا اشاعرہ و ماتریدیہ کے مایۂ ناز علماء اور متکلمین کی روشن عبارتوں سے فرمائی جن سے صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ اُمتِ مرحومہ کا اس پر اجماع ہے کہ باری تعالیٰ شانہ، جمیع عیوب و نقائص سے عقلاً و شرعاً، پاک اور منزہ ہے۔ ہمارے امام المتکلمین نے جو تیس عبارتیں پیش فرمائیں اُن میں سے آخری یہ ہے جو منکرین کے مسلمہ بزرگ کا عقیدہ ہے۔

"افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسباً چچا اور علماً باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر قولہ تعالیٰ فلن یخلف اللہ عھدہ کا یوں تصریح فرمائی "خبر اُو تعالیٰ کلام ازلی ست و کذب در کلام نقصانیست عظیم کہ ہرگز بصفات اُو راہ نیابد در حق اُو تعالیٰ کہ مبرا از جمیع عیوب و نقائص است خلافِ خبر مطلقاً نقصان محض است۔" ملخصاً۔ مدعیانِ جدید سے پوچھا جائے کہ جناب باری میں کہاں تک نقصان ممکن مانتے ہیں؟"
(سبحان السبوح ص۱۵)

Marfat.com

یہ تھا تنزیہ اول کا خلاصہ، تنزیہ دوم میں استحالہ کذب پر تیس دلائل قائم فرمائے ہیں۔ دلائل بھی ایسے کہ مایہ ناز متکلمین حضرات کی روحیں، ہمارے متکلم اعظم کے مباحثِ علمیہ اور دلائل عقلیہ ونقلیہ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئی ہوں گی۔ استحالۂ کذب کے وہ دلائل اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں :۔

دلیل ۱ :۔ طوالع، شرح مقاصد، مسائرہ ومسامرہ ومفاتیح الغیب ومدارک وبیضاوی وارشاد العقل وروح البیان وشرح سنوسیہ، شرح ابہری وشرح عقائد جلالی وکنز الفوائد ومسلم الثبوت وشرح نظامی وفواتح الرحموت وغیرہا (جن کی عبارتیں تنزیہ اول میں نقل فرمائیں)، کتب تفسیر واصول میں تعویل فرمائی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال اور فی الواقع یہ کلیہ، اصول اسلام وقواعد کلام سے ایک اصل عظیم وقاعدہ جلیلہ ہے، جس پر تمام عقاید تنزیہ بلکہ مسائلِ صفات ثبوتیہ بھی متفرع "

(سبحان السبوح ص۱۴)

دلیل ۲ :۔ العظمۃ للّٰہ، اگر کذبِ الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اٹھائے نہ اٹھیں۔ کافروں اور ملحدوں کو اعتراض ومقال وعناد وجدال کی وہ فضائیں ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں۔ دلائلِ قرآن عظیم ووحی حکیم یکدست ہاتھ سے جائیں، حشر ونشر وحساب وکتاب وجنت ونار وثواب وعذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبارِ الٰہی سے ہے، جب معاذ اللہ کذب الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا کہ شاید یونہی فرما دی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے "

(سبحان السبوح ص۱۷)

دلیل ۳ :۔ اگر کذب خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا "

(سبحان السبوح ص۲۰)

دلیل ۴ :۔ جب اہلِ سنت کے نزدیک، اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی

ممتنع الزوال۔" (سبحان السبوح ص۲۰)

دلیل ۵ :۔ "اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہو سکے، تو اس کا کذب اگر ہو گا تو قدیم ہی ہو گا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہو سکتا، تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہو جائے۔ حالانکہ یہ بالبداہتہ باطل تو کذب سے اتصاف ناممکن۔"

(سبحان السبوح ص۲۱)

دلیل ۶ :۔ کلامِ الٰہی ازل میں بایجاب کلی حق[1] تھا یا معاذ اللہ[1] اس کا بعض باطل[2] یا نہ حق[3] نہ باطل ؟ شق ثانی تو کفر صریح، اور ثالث میں مطابقت ولا مطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال۔" (سبحان السبوح ص۲۲)

دلیل ۷ :۔ امکانِ کذب اس کی فعلیت بلکہ دوام بلکہ ضرورت کو مستلزم کہ اگر کلامِ نفسی ازلی ابدی واجب الذات مستحیل التجدد کذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلا مدلول یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور دونوں بالبداہتہ محال اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں بھی ممکن نہیں ورنہ باری عزوجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکانِ کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے۔"

(سبحان السبوح ص۲۴)

دلیل ۸ :۔ "صدق الٰہی صفت قائمہ بذاتِ کریم ہے ورنہ مخلوق ہو گا کہ ذات وصفات کے سوا سب مخلوق، اور ہر مخلوق عدم سے مسبوق، تو لازم کہ غیر متناہی دورِ ازل میں اللہ تعالےٰ سچا نہ ہو۔" (سبحان السبوح ص۲۵)

دلیل ۹ :۔ ہم زیر دلیل چہارم و ہشتم بدلائل ثابت کر آئے کہ صدق صفت قائمہ بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہو، صفت ہی ہو کر ممکن ہو گا ۔۔۔۔۔۔ اب مخالف ۔۔۔۔۔۔ استحالات دیکھے۔ اولاً لازم کہ کذب الٰہی موجود بالفعل ہو کہ صفاتِ باری میں کوئی

صفت منتظر غیر واقعہ ماننا باطل ورنہ تاثر بالغیر یا تخلف مقتضیٰ یا تاخر اقتضاء یا حدوث مقتضی لازم آئے۔ تعالیٰ عنہ علواً کبیراً۔"

نوٹ:۔ دلیل ۹ تا ۲۲ استحالے ہیں جو بجائے خود مستقل دلائل ہیں۔

دلیل ۱۰:۔ "واجب کہ کذب واجب ہو کہ صفات الٰہیہ سب واجب للذات ہیں۔"

دلیل ۱۱:۔ "صدق الٰہی محال ٹھہرے کہ وجوب کذب امتناعِ صدق ہے۔"

دلیل ۱۲:۔ "کذب صفت کمال ہو کہ صفاتِ باری سب صفات کمال (ہیں)

دلیل ۱۳:۔ "صدق صفت نقصان ہو کہ وہ عدم کذب کو مستلزم اور اب عدم کذب عدم کمال اور عدم کمال عین نقصان۔"

دلیل ۱۴، ۱۵، ۱۶:۔ "صدق کلی و کذب جزئی جب دونوں صفت اور دونوں ممکن تو دونوں واجب تو دونوں محال تو اجتماع نقیضین وارتفاع نقیضین واجتماع و ارتفاع سب حاصل۔"

دلیل ۱۷، ۱۸، ۱۹:۔ "بعینہٖ اسی طریقے سے دونوں کمال تو دونوں نقصان تو دونوں مجمع کمال و نقصان۔"

دلیل ۲۰، ۲۱، ۲۲:۔ "جب دونوں صفت تو دونوں مقتضیٰ تو دونوں متنافی تو دونوں جامع اقتضاء و تنافی۔"

دلیل ۲۳:۔ "جب دونوں مقتضیٰ تو وجوب ذات مستلزم اجتماعِ نقیضین اور جس کا وجود مستلزم محال ہو (وہ) خود محال تو بر تقدیر امکان، کذب وجودِ باری معاذ اللہ محال ٹھہرتا ہے۔"

دلیل ۲۴:۔ اگر کذب کو عیب و منقصت نہ مانیے تو اتنا تو بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں، ورنہ مولیٰ تعالیٰ کے لیے واجب الثبوت ہوتا، اور عقلِ سلیم شاہد کہ باری عزوجل کے لیے ایسی شے کا ثبوت بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ ہو۔"

Marfat.com

دلیل ۲۵:۔ "بداہتِ عقل شاہد عدل کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا، کذب مطلق پر بھی قدرت رکھے گا کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں۔"

دلیل ۲۶:۔ "جب بر تقدیر امکانِ کذب بوجہ بطلان ترجیح بلا مرجح و نیز بحکم بداہت غیر مکذوبہ ہر فردِ کذب قدرتِ الٰہی میں ہوا تو ہر فردِ صدق مقدور رہے گا، ورنہ صدق فی البعض واجب یا محال ہوگا تو کذب فی البعض محال یا واجب، حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا، ہذا خلف، پس صدق و کذب کا ہر فرد مقدور ہوا اور ہر مقدور حادث، تو کلامِ الٰہی سے ازل میں مطابقت ولا بقت دونوں مرتفع اور یہ بداہتہً محال۔"

دلیل ۲۷:۔ "بہت خوش نصیب، ذی عقل لبیب، صرف جمال جہاں آرائے حضور پُر نور سرورِ اکرم مولائے اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے کہ "لیس ھذا وجہ الکذابین" یہ منہ جھوٹ بولنے کا نہیں، اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا، جس پر خوبی و بہار دو عالم نثار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور پاکی و قدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لیے، واللہ اگر آج حجاب اٹھائیں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکانِ کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی، مخالف اسے دلیل خطابی کہے (تو کہا کرے)، مگر میں اسے حجت ایقانی لقب دیتا اور مسلمانوں کی بداہت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لیے ودیعت رکھتا ہوں، یوم ینفع الصدقین صدقھم، یوم لا ینفع مال ولا بنون ۰ الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔" (سبحان السبوح ص ۲۷)

دلیل ۲۸:۔ قال اللہ عزوجل۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا۔ اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔ ۔۔۔۔ آیہ کریمہ نص جلی کہ کذب الٰہی محال عقلی ہے۔۔۔۔۔ جب یہ امر ممہد ہو لیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے

Marfat.com

زیادہ احتمالِ کذب سے زیادہ پاک و منزہ ہے۔ کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہو سکتی۔" (سبحان السبوح ص۲۷، ص۲۹)

**دلیل ۲۹:** قال المولیٰ سبحانہ وتعالیٰ: قل ای شیء اکبر شہادۃ ط قل اللہ ...... اللہ کے لیے حمد و منت کہ یہ آیہ کریمہ آیہ سابقہ سے بھی جلی واظہر اور افادہ مراد میں اجلیٰ وازہر، وہاں ظاہر نظم نفی اصدقیت غیر تھا اور اثبات اصدقیت کلام اللہ بحوالہ عرف، یہاں صراحۃً ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہی سب گواہیوں سے اکبر واعظم واعلیٰ ہے۔ اب اگر معاذ اللہ امکانِ کذب کو دخل دیجیے تو ہرگز شہادت الٰہی کو شہادتِ اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی مہیا اور جو احتمال اس میں باقی اُس میں بھی پیدا۔ تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکانِ کذب سے براءت پر ایمان لائے۔" (سبحان السبوح ص۳۰)

**دلیل ۳۰:** وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا ط لا مبدل لکلمتہ ط وھو السمیع العلیم ٥ ..... علماء فرماتے ہیں کہ باری عزوجل کا کلام انتہا درجہ صدق وعدل پر ہے، جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں (آگے صدق کے سات درجے بیان فرمائے، آخری دو ملاحظہ ہوں۔)

**چھٹا درجہ:** "معصوم من اللہ و موید المعجزات ہو کہ کذب کا امکان وقوعی بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو۔ یہ رتبہ حضرات انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

**ساتواں درجہ:** "کذب کا امکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمتِ جلیلہ وجلالت عظیمہ بالذات کذب وغلط کی نافی و منافی ہو اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس کی گرد و لوث کا گزر محال عقلی، یہ نہایت درجاتِ صدق ہے جس سے ما فوق متصور

Marfat.com

نہیں۔" (سبحان السبوح صفحہ ۳۰، صفحہ ۳۲)

مذکورہ دلائل کو شرح عقاید نسفی، شرح سنوسیہ، شرح مواقف، تفسیر کبیر، کتاب الارشاد، مواقف، شرح مقاصد، تفسیر ارشاد العقل، تلویح اور بیضاوی وغیرہ کی ظاہر عبارتوں سے رنگ ثبوت دیا اور پھر امکان کذب ماننے والوں کو تنزیہ سوم کے شروع میں یوں فہمائش کی:۔

"ابھی سویرا ہے، ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو کہ اس جھکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، جس نے نہ صرف ایک مسئلہ امکان کذب باری بلکہ خوارج، روافض، معتزلہ، مرجیہ، ظاہریہ، کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جھنکائیں، اور تمہیں ان قعر ڈھو کردں، ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی، چشم فلک میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بھیڑ راہ کا ہدایت مآل، ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال؟" (سبحان السبوح صفحہ ۳۴)

اسی تنزیہ سوم میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی مصنف "یکروزی" کے رد کی طرف توجہ ہوئے۔ صاحب یکروزی نے اہل سنت وجماعت کے مسلک کو ٹھکراتے ہوئے، توحید ورسالت جیسے بنیادی عقائد کی حدود کو مٹانے بلکہ پوری شریعت محمدیہ کو باطل ٹھہرانے کی غرض سے، امکان نظیر کے ثبوت سے عاجز ہو کر امکان کذب کے غیر اسلامی نظریہ کی علمبرداری کی تھی جو حضرات، مصنف یکروزی کو اپنا امام اور پیشوا مانتے ہیں۔ اعلیحضرت قدس سرہٗ نے ان کے متعلق فرمایا:۔

"ان ہمارے عنایت فرما مخالفین ھداھم اللہ تعالیٰ الی الحق المبین کا معاملہ سخت نازک، مجہلہ براہ سادگی ایک شخص کو امام بنالیا اور پیش خویش آسمان بریں پر اٹھا کر رکھ دیا۔ اب اس کے خلاف کسی کی بات قبول ہونی تو

بڑی بات، کان تک آئی اور طبیعت نے آگ لی، آہٹ ہوئی اور غصہ نے باگ لی، سننے سے پہلے ہی ٹھہرا لیا کہ ہرگز نہ سنیں گے، بگڑنے کی قسم کہ بنائے نہ بنیں گے۔ ان ہٹوں کا پاس ہدایت سے یاس دلا رہا ہے مگر پھر بھی اظہارِ حق کے بغیر چارہ کیا ہے؟ ؎

من آنچہ شرطِ بلاغ ست با تو می گویم

تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

"کاش خدا اتنی توفیق دے کہ اک ذرا دیر کے لیے تعصب و نفسانیت کو پانِ رخصت ملے، قائل امام طریق ہے، معترض خصم فریق، ان حیثیتوں کے حساب سے نظر بچ کر چلے، پھر گوش ہوش کو اجازت شنیدن ہو، پھر میزانِ خردِ کو حکم سنجیدن، اب اگر قول خصم قابل قبول ہو تو حق سے کیوں ناحق عدول ہو ورنہ پھر وہی تم وہی تمہارے امام، جو بادہ آج بکام ہے کل بھی در جام، ان چند ساعت میں کچھ نہ بنے بگڑے، نہ رنگِ امامت جما ہوا اکھڑے......

جانِ برادر! بیقین جان، تعصب باطل و اصرار عاطل کا وبال شدید ہے، آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے؟ (سبحان السبوح صـ ۲۳)

امکانِ کذب کے اثبات میں مصنف یکروزی کا پہلا دعویٰ یہ ہے:۔

"اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرتِ الٰہیہ داخل نیست، پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ انبیاء خارج از قدرتِ الٰہیہ نیست و الا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی است کذب مذکور را سے منافی حکمت اُوست پس ممتنع بالغیر ست!"

(یکروزی صـ ۱۷)

اس دعویٰ کو ہمارے متکلم اعظم فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصانیف علمائے اہلسنت کی روشنی میں مسلک اہلِ سنت کے صریح خلاف اور باری تعالیٰ شانہ کی شانِ ارفع واقدس میں زبردست گستاخی ثابت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ملائے دہلی کا خدائے موہوم، کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا؟ آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے اور پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے آنکھیں بند کرلے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے، آدمی قادر ہے کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دے، آگ سے جلا لے، خاک پر لیٹے، کانٹوں پر لیٹے، رافضی ہو جائے، وہابی بن جائے مگر ملائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لیے کرسکتا ہوگا ورنہ عاجز ٹھہرے گا، اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا، الغرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے، نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں۔ کرسکا تو ناقص ہوا، ناقص خدا نہیں۔۔۔۔ تو شمس وامس کی طرح اظہر واز ہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقتہً انکارِ خدا کی طرف منجر

ماقدروا اللہ حق قدرہ والعیاذ باللہ من اضلال الشیاطین

مگر سبحان ربنا، ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ۔" (سبحان السبوح ص۴۴)

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی مصنف رسالہ یکروزی کا دوسرا دعویٰ یہ ہے:۔

"عدم کذب را از کمالاتِ حضرت حق سبحانہ، می شمارند و اُورا جل شانہ، بآں مدح می کنند بخلاف اخرس و جماد کہ ایشاں را کسے بعدم کذب مدح نمی کنند پر ظاہر کہ صفتِ کمال ہمیں است کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب می دارد بنا بر رعایت مصلحت و مقتضائے حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب

Marfat.com

می دارد...... یا مدح آں بسیار ادون ست از مدح اول"

(یکروزی صـ۱۷ مطبوعہ ملتان)

اس طول طویل عبارت کا خلاصہ، اعلیحضرت قدس سرہٗ نے عام فہم اردو میں یوں پیش کیا تاکہ عبارت مذکورہ کے زہریلے جراثیم کو اُردو جاننے والے حضرات بھی دیکھ سکیں۔

"عدم کذب اللہ تعالیٰ کے کمالات وصفاتِ مدائح سے ہے اور صفت کمال وقابلِ مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظ مصلحت، عیب آلائش سے بچنے کو باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے، گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا، تو لازم کہ کذبِ الٰہی مقدور وممکن ہو۔"

(سبحان السبوح صـ۴۲)

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی کے ان دونوں دعاوی کا ہمارے عبقریٔ اسلام اور متکلم اعظم نے دلائلِ قاہرہ وابحاث باہرہ سے وہ بے نظیر رد فرمایا اور اصول وکلام کی کتابوں کی روشنی میں ایسی چالیس حجتیں (بنام تازیانے) قائم کیں کہ دہلوی صاحب موصوف کا کوئی حمایتی مناظر آج تک ایک حجت کو بھی غلط ثابت نہیں کر سکا، حالانکہ آج تراسی سال ہو گئے اور نہ ہی کوئی قیامت تک غلط ثابت کر سکتا ہے۔ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی۔

مذکورہ ابحاث کے دوران اعلیحضرت نے کذب جیسے محالات پر باری تعالیٰ شانہٗ کو قادر ماننے کی قباحت سمجھائی ہے۔

"واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقاید تنزیہ وتقدیس کی جڑ کاٹ گیا، عاجز، جاہل، احمق، کاہل، اندھا، بہرا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اُونگھنا، سونا بلکہ مر جانا، مر کے پھر پیدا ہونا، سب جائز ہو گیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے

Marfat.com

جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعتہً سب باطل اور بے دلیل ہو کر رہ گئے۔"

(سبحان السبوح ص۴۲)

اس تنزیہ سوم کے دلائل اتنے بلند پایہ اور تمام کتب اصول وکلام کے مباحث تقدیس وتنزیہ باری تعالیٰ کی روشنی میں ایسے محققانہ انداز پر بیان ہوئے ہیں کہ سبحان السبوح کے مصنف پر علامہ سعد الدین تفتازانی اور امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہما کا گمان ہوتا ہے۔ دیگر علمائے اہلِ سنت نے بھی اس باطل عقیدے کی تردید میں کتابیں لکھیں اور اپنا فرض ادا کیا لیکن دہلوی صاحب کے دوسرے دعویٰ کے رد میں، سبحان السبوح کی تنزیہ سوم کے مباحث تمام اذل نے صرف اعلیحضرت قدس سرہٗ کے حصے میں ہی لکھ دیے تھے۔

براہین قاطعہ میں مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی نے مصنف رسالہ یکروزی کے اتباع میں، امکانِ کذب کے باطل نظریے کو دوبارہ زندہ کیا اور خلف وعید کو امکانِ کذب کی نوع لکھ دیا۔ اس اعتزال پسند اور خلاف اہلِ سنت کتاب پر مصنف کے استاد، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے تقریظ لکھی اور اس کے مباحث ودلائل کے حرف بحرف صحیح ومسلم ہونے کی تصریح کی بلکہ امام اہلِ سنت قدس سرہٗ کی تحقیق یہ ہے کہ اس کتاب کے حقیقی مصنف خود مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ہیں جیسا کہ طرزِ تحریر سے ظاہر ہے لیکن محاسبہ سے بچنے کی خاطر اپنے شاگرد کے نام سے شائع کرا دی تھی۔

اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے "سبحان السبوح" کی تنزیہ چہارم میں، خلف وعید کو امکانِ کذب کی نوع بتانے والوں کی تصانیف اشاعرہ وماتریدیہ کی روشنی میں تردید فرمائی۔ اکیس دلائل سے ثابت کیا کہ خلفِ وعید کو امکانِ کذب سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ یہ تو عین جود وکرم ہے۔ اس مدعا کو شرح مقاصد، مواقف، شرح طوالع، شرح عقاید، مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، تفسیر بیضاوی یعنی انوار التنزیل، تفسیر عمادی، ارشاد العقل السلیم، تفسیر حقی یعنی روح البیان،

Marfat.com

ردالمحتار، حاشیہ شرح عقاید للخیالی، حلیہ شرح منیہ، تفسیر کبیر، شرح عقاید نفسی، شرح فقہ اکبر، مختصر العقاید۔ کتاب الشفاء، اور نسیم الریاض وغیرہ کی اصل عبارتوں سے ثابت کیا اور فرمایا:۔

"اگرچہ علماء مسئلہ خلف میں بلفظ جواز تعبیر کر رہے ہیں، مگر عقل صافی و نظر والی نصیب ہو تو کھل جائے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز کہتے ہیں، اس معنی پر نہ صرف جائز بلکہ بالیقین واقع مانتے ہیں تو تمہارے زعم۔۔۔ پر قطعاً لازم کہ ائمہ دین کذبِ الٰہی کو یقیناً وہ موجود بالفعل جانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہوگا" (سبحان السبوح صد ۸۳)

دلائل کے ساتھ واضح فرمایا کہ علمائے اہلِ سنت نے کن معنوں میں خلف وعید کو جائز ٹھہرایا اور کن معنوں میں محققین نے اس کا انکار فرمایا ہے نیز ثابت کیا کہ خلف بمعنی تبدیل کلام کے استحالہ پر اجماع قطعی قائم ہے جس کا فی زمانہ کوئی خارجی المذہب ہی انکار کر سکتا ہے۔ چنانچہ براہین قاطعہ کی عبارت "رچنانچہ علماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں۔" کارد کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جب خلف بمعنی تبدیل کے استحالہ پر اجماع قطعی قائم اور بمعنی مساوی عفو بالاجماع جائز بلکہ واقع تو علمائے مجوزین و محققین مانعین میں نزاع کس امر پر ہے" (سبحان السبوح صد ۸۵)

غرض خلف وعید سے امکانِ کذب ثابت کرنے والوں کے سب راستے بند کر کے راہ ہدایت کے اس نیر تاباں نے سچے اور بے عیب خدا کو جھوٹا بتانے والوں کے ہر گھٹا ٹوپ اندھیرے کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔ امکانِ کذب کا گیت گانے والوں کو دلائل سے خاموش کیا اور ثابت کر دکھایا کہ اس باطل نظریے کے علمبردار، ہنوز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی و مفہوم سے بے خبر ہیں یا خبردار ہیں تو تنزیہ و تقدیس بلکہ توحید و وجود باری تعالیٰ جیسے بنیادی عقاید و نظریات کو جان بوجھ کر غتر بود کرنا چاہتے ہیں لیکن دور حاضر کے علمبردارِ توحید و

رسالت کے سامنے مکذبین باری تعالیٰ کا جوش وخروش بُلبُلے کی طرح مٹ گیا۔ اس حقیقت کو اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے یوں بیان فرمایا ہے :۔

"مدعی جدید (گنگوہی صاحب) کی حالت نہایت قابلِ رحم، غریب نے امام الطائفہ کی بات بنانے کو عقل و دیانت کو پان رخصت دیا، اپنے رب کو جیسے بنے لائق کذب کر دینے کا ذمہ لیا۔ ائمہ اُمت و سادات ملت پر کھلی آنکھوں جیتا بہتان کیا، غرض لاکھ جتن کر چھوڑے مگر کال نہ کٹا، یعنی امام کی پیشانی سے داغ ضلالت مٹنا تھا نہ مٹا۔" (سبحان السبوح صہ ۸۹)

دہلوی اور گنگوہی صاحبان کے اقوال، درباره امکانِ کذب پر دو سو تازیانے یعنی قاہر اعتراضات از روئے شرح وارد کیے، لیکن تنزیہ و تقدیس باری تعالےٰ سے جلنے والا کوئی خارجی مناظر اپنے مذکورہ بزرگوں کا اتنا بھی حق اتباع ادا نہ کر سکا کہ آج تک ان میں سے دو چار کی گنتی ہی گھٹا سکتا۔

آخر میں اس خیر خواہ اسلام و مسلمین کی ایمان افروز کفر سوز التماس و ہدایت اساس کے چند جملے پیش کر کے اس موضوع کو یہیں ختم کرتا اور برادرانِ اسلام سے "سبحان السبوح" کتاب کے پڑھنے کی اپیل کرتا ہوں۔

"مانو تو ایک سہل تدبیر تمہیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو، ان دو سو دلائل و اعتراضات کو ایک ایک کر کے انصاف سے پرکھو، فرض کرو کہ دو سو میں استحالہ کذب الٰہی پر صرف ایک دلیل اور تمہارے خیال اور تمہارے امام کے ..... اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع ہر قیل و قال باقی رہ گیا، باقی سب سے تم نے جواب دے لیا، تو جانِ برادر! احقاقِ حق کو ایک دلیل کافی، ابطالِ باطل کو ایک اعتراض وافی، نہ کہ دلائل باہرہ اعتراضات قاہرہ صد ہا سو اور ایک نہ گنو، دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراضات

لاجواب، اگر ماننے کی قسم، توبہ کی آن، بلکہ اُلٹے تائید باطل کی فکر سامان یہ تو حق پرستی نہ ہوئی بادبدستی ہوئی، نشہ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی پھر قیامت تو نہ آئے گی؟ حساب تو نہ ہوگا؟ خدا کے حضور سوال وجواب تو نہ ہوگا؟ اے رب میرے، ہدایت فرما اور ان لجیلی آنکھوں کو کچھ تو شرما ؎

می توانی کہ وہی اشک مرا حسن قبول[1]

اے کہ در ساختہ قطرۂ بارانی را" (سبوح السبوح ص۱۰۵)

علمائے دیوبند سے ہماری گزارش ہے کہ اپنی بھلائی کی خاطر اپنے جملہ غیر اسلامی عقاید پر نظر ثانی فرمائیں۔ اس ضد اور تعصب سے آپ حضرات کسی دوسرے کا کچھ نہیں بگاڑ رہے بلکہ خود اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں لہٰذا اپنی اور اپنے متبعین کی عاقبت سنوارنے کی خاطر غیر اسلامی عقاید و نظریات کو ترک کر کے انہیں اسلامی انداز پر اپنا لیا جائے، جس سے وہ عظمت خداوندی اور شان مصطفوی کے خلاف نہ رہیں۔ ایسا کرنے سے آپ کی ظاہری عزت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی بلکہ ہر عاقل کے نزدیک یہ دانشمندانہ اقدام ہوگا ؎

یار کا پاسِ نزاکت دلِ ناشاد رہے
نالہ رکتا ہوا، تھمتی ہوئی فریاد رہے

---

[1] دیوبندیوں نے ایک جھوٹی روایت حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ کی طرف منسوب کی اور دیوبندیوں سے مرعوب اور احساس کمتری کا شکار لوگوں نے اسے بڑے معرکے کا حوالہ قرار دیا وہ یہ کہ "مولانا گنگوہی فنافی اللہ اور مولانا احمد رضا فنا فی الرسول ہیں۔ گنگوہی صاحب کسی کی بات شان الٰہی سے فروتر سمجھتے ہیں تو سخت گرفت کرتے ہیں مولانا احمد رضا مقام رسالت کے شایانِ شان کوئی بات نہ پاتے تو بے چین ہو جاتے تھے" (ملخصاً) اس من گھڑت روایت کی مفصل و مکمل تردید کسی دوسرے مقام پر کی جائے گی۔ یہاں ان افترا پردازوں سے یہ دریافت کرنا ہے کہ خدا پر جھوٹ کا بہتان باندھنا کیا شان الٰہی سے فروتر نہیں؟ (محمد عارف رضوی)

Marfat.com

یہ آپ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ کے بعض اکابر نے شانِ رسالت میں بعض بہت ہی ناجائز اور انتہائی گستاخانہ الفاظ بھی اپنی تصانیف میں لکھے ہیں حالانکہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ لکھنے کی، کسی بڑے سے بڑے اعلانیہ مخالف کو بھی جراءت نہ ہو سکی۔ مانا کہ آپ زورِ زبان و بیان سے، ناجائز تاویلات کر کے اپنے متبعین کو مطمئن کر لیا کرتے ہیں لیکن جب باری تعالیٰ شانہ، کے سامنے پیش ہو گی، کیا اُس وقت یہ حربہ کارگر ہو سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا ایسے تمام گستاخانہ کلمات کو اُن تصانیف سے خارج کر دینے میں دارین کی بھلائی ہے ورنہ ؎

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر\
جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا!

Marfat.com

۷

# فقیہہ کا مقام

قرآن وحدیث کی تعلیمات کے نچوڑ کا نام فقہ ہے۔ فقہ پر اسی کو عبور حاصل ہو سکتا ہے جو تمام اسلامی علوم سے بہرہ مند ہو۔ اگر ایک عالم دین اعلیٰ درجے کا مفسر یا محدث ہے تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ بلند پایہ فقیہہ بھی ہو لیکن اس کے برعکس جو بلند پایہ اور وسیع النظر فقیہہ ہے وہ لازمی طور پر بہترین مفسر، اعلیٰ درجے کا محدث اور لاجواب متکلم بھی ہوگا۔

اماموں اور فقیہوں کے سردار سراج امتِ مصطفوی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم فقہی مقام سے کون منکر ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آپ کی علمیت کو جملہ ماہرین علوم وفنون یعنی علمائے اُمت وسادات ملت نے سراہا اور آپ کے تاج فضیلت کی گواہی دی ہے مثلاً:۔

۱۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ "الناس کلھم عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ" یعنی تمام لوگ فقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بال بچے ہیں"

(صَدَقتَ یَاسَیِّدِی)

۲۔ خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔ "من مناقب ابی حنیفۃ التی انفرد بھا انہ اول من دون علم الشریعۃ ورتبہ ابوابا ثم تبعہ مالک ابن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق ابا حنیفۃ احد" (تبلیض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ) یعنی امام ابوحنیفہ کے

Marfat.com

اُن خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں، ایک یہ بھی ہے کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمِ شریعت کو مدون کیا اور اسے (ابواب پر) ترتیب دی۔ پھر امام مالک بن انس (رحمۃ اللہ علیہ) نے موطا کی ترتیب میں ان ہی کی پیروی کی۔ اس میدان میں ابو حنیفہ سے سبقت لے جانے والا کوئی نہیں۔

۳۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "سبحان اللہ ھو من العلم والورع وایثار الدار الاخرۃ بمحل لا یدرکہ احد" (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی) سبحان اللہ! وہ (امام اعظم) تو علم، ورع اور عالم آخرت کو اختیار کرنے میں اس مقام پر ہیں جہاں کسی کی رسائی نہیں۔

۴۔ امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: "ما مقلت عینی مثل ابی حنیفۃ" (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی) میری آنکھ نے ابو حنیفہ کی مثل نہیں دیکھا۔

۵۔ جرح و تعدیل کے امام، یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت دی۔ "انہ واللہ لاعلم ھذہ الامۃ بما جاء عن اللہ وعن رسولہ" (تاریخ امام طحاوی) بے شک خدا کی قسم، امام ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور رسول سے جو کچھ وارد ہوا اُس کے (قرآن و حدیث کے) سب سے بڑے عالم ہیں۔

تمام فقہاء و مجتہدین کے بادشاہ، جناب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ اُن سرمایۂ روزگار ہستیوں کے ہزاروں میں سے چند بیانات پیش کیے ہیں جو آج آسمان علم کے شمس و قمر ہیں۔ ان میں مفسر، محدث، فقیہ، جرح و تعدیل کے امام اور عارف کامل رحمہم سب شامل ہیں لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ چونکہ فقیہ اعظم ہیں اسی جامعیت کے پیش نظر سب ان کے مداح ہیں۔

آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک اُمت محمدیہ کے اکثر مفسر، محدث، متکلم اور فقیہ آپ کے ہی خوشہ چین اور مقلد ہیں اور بہت تھوڑے سے حضرات دیگر ائمہ ثلاثہ کے۔ یہ

Marfat.com

مدلل وضاحت محض اس وجہ سے کی ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ فقیہہ کا علمی مقام محض ایک مفسر یا محدث سے بہت بلند ہوتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں ہم نے اعلیحضرت قدس سرہٗ کی علمیت نیز علمائے متقدمین و متاخرین کی تصانیف پر آپ کا عبور اور زبردست طرزِ استدلال کی ہلکی سی جھلک، ان کی صرف چھ تصانیف کی روشنی میں دکھائی ہے۔ ان کے علاوہ اُن کی سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں فتوے اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جو فقہی مقام، حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا تھا کوئی معاصر آپ کا اس میدان میں ہم مقابل نہیں، نہ اس ملک میں نہ بیرونِ ملک۔

جن چھ کتب کا اجمالی خاکہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا چکا ہے اُن میں سے حیات الموات، منیر العین اور حاجز البحرین سے اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر فی الحدیث کا بخوبی پتہ لگ جاتا ہے۔ حیات الموات کے ذریعے، منکرین سماع موتیٰ کی جہاں ہر ایک دلیل کا مسکت جواب دیا وہاں منیر العین کے ذریعے آپ نے احادیث کو ضعیف ہے ضعیف ہے کی رٹ لگا کر رد کرنے والوں کو بھی ہمیشہ کے لیے ساکت و صامت کر دیا۔

"حاجز البحرین" کو پڑھیے تو غیر مقلدوں کے شیخ الکل، میاں نذیر حسین صاحب دہلوی بھی اعلیحضرت کے سامنے یوں نظر آ رہے ہیں جیسے کوئی چڑیا باز کے پنجوں میں گرفتار ہو۔ "سبحان السبوح" سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے سب سے بڑے متکلم تھے۔

"حسن التعم" میں جو مسئلہ تیمم کے متعلق، متقدمین و متاخرین فقہاء کے اکثر اقوال جمع کر کے فاضلانہ اور محققانہ بحث کی ہے اُس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ فقہ میں آپ کی پرواز، نادر روزگار معاصرین کے فہم و ادراک سے بھی بلند و بالا تھی۔

Marfat.com

مکہ مکرمہ کے ایک فاضل جلیل، عالمِ نبیل، محافظ کتب حرم سید اسمٰعیل بن سید خلیل رحمۃ اللہ علیہما نے مجدد ماتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ دیکھ کر فرمایا تھا۔ "واللہ اقول والحق اقول انه لو رأها ابو حنیفة النعمان لاقرت عینه ولجعل مولفها من جملة الاصحاب"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ اگر اس فتوے کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے تو یقیناً اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس مولف (اعلیحضرت) کو اپنے اصحاب (امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ) کے زمرے میں شامل فرماتے۔

ابھی تک ہم نے اس مقالے میں اعلیحضرت قدس سرہٗ کا تبحر، جو ان کی بعض تصانیف سے ظاہر و باہر ہے۔ دکھانے کی غرض سے اجمالی خاکہ پیش کیا ہے مگر بتوفیقہٖ تعالیٰ ہم اس سے آگے قدم بڑھانا چاہتے ہیں یعنی اب دکھانا یہ ہے کہ متقدمین و متاخرین فقہاء کے درمیان اعلیحضرت کا مقام کیا ہے؟ چونکہ یہ مقام بہت اہم اور نازک ہے۔ لہٰذا علمائے کرام سے درخواست ہے کہ جہاں احقر اپنی علمی بے مائیگی کے سبب ٹھوکر کھا جائے تو اصلاح فرما دیں۔ پہلے فقہ کی تعریف اور فقہا کے درجے بیان کر دینا ضروری ہے۔

**فقہ:۔** "العلم بالاحکام الشریعة المکتسبة من ادلتها التفصیلة"۔ (تنویر الابصار) یعنی احکامِ شرعیہ فرعیہ کا جاننا جو اپنے تفصیلی دلائل سے اخذ کیے گئے ہوں۔

**اصولِ فقہ:۔** "النظر فی ادلة الشریعة من حیث توخذ الاحکام والتکالیف"۔ (مقدمہ ابن خلدون) یعنی دلائل شرعیہ میں اس طرح غور و خوض کرنا کہ اُن کے ذریعے احکام و تکالیف معلوم ہو سکیں۔

**فقیہ:۔** "لیس الفقیه الا المجتهد عندهم واطلاقه علی المقلد الحافظ للمسائل مجاز"۔ (رد المحتار جلد اول) یعنی اصولیین کے نزدیک فقیہ۔ مجتہد ہی ہے اور مسائل کے یاد کرنے والے مقلد پر فقیہ کا اطلاق مجازی ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ

Marfat.com

فقہائے کرام کے حسب ذیل چھ طبقے ہیں۔

## ۱۔ مجتہدین فی الشرع :۔

جو احکام شرعیہ کی روشنی میں اصول و قواعد مقرر فرماتے ہیں جیسے ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالٰے۔

## ۲۔ مجتہدین فی المذہب :۔

جو اصول و قوائد میں مجتہد فی المذہب کے تابع ہوتے ہیں لیکن استخراجِ مسائل کی اہلیت رکھنے کے سبب بعض مسائل میں اپنے امام سے اختلاف بھی کر جاتے ہیں جیسے امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

## ۳۔ مجتہدین فی المسائل :۔

یہ اصول و فروع میں اپنے امام کے تابع ہوتے ہیں اور کسی مسئلے میں امام کی مخالفت کے مجاز نہیں لیکن جس مسئلے کے متعلق امام کا فیصلہ نہ پایا جائے وہاں اپنے امام کے مقرر کردہ اصول و قواعد کے تحت اُس کا استخراج کرتے ہیں۔

## ۴۔ اصحابِ تخریج :۔

انہیں اصول اور اُس کے قواعد و ضوابط پر تو پورا عبور ہوتا ہے لیکن اجتہاد کی قدرت نہیں ہوتی۔ اس لیے انہیں صرف مجمل قول کی تفصیل کا اختیار ہوتا ہے جیسے جصاص، ابوبکر رازی اور کرخی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

## ۵۔ اصحابِ ترجیح :۔

یہ حضرات بھی ہر قسم کے دلائل پر گہری نظر رکھتے ہیں لیکن اجتہاد کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ بلحاظ قوت، دلائل کو ایک دوسرے پر ترجیح دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں جیسے صاحب قدوری صاحب ہدایہ وغیرہ۔

۶۔ **ممیزین :۔** یہ حضرات بھی اجتہاد کی قدرت بالکل نہیں رکھتے۔ ہاں جملہ اقسام

Marfat.com

کے دلائل پر گہری نظر ہوتی ہے اور بلحاظ قوت وصحت کے ، دلائل میں تمیز کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں جیسے صاحب کنز وصدر الشریعۃ وغیرہ۔

ان مذکورہ چھ طبقوں کے علاوہ باقی سب، مقلدین محض ہیں۔ اب ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ اعلیحضرت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان میں سے، کس طبقے میں شامل ہیں یا مقلد محض؟ وباللہ التوفیق۔

Marfat.com

۸

# کتا مثل خنزیر نجس عین ہے یا نہیں؟

بنارس سے مولوی عبدالحمید صاحب نے کتے کے نجس ہونے نہ ہونے کے بارے میں دلائل پیش کرتے ہوئے اعلیحضرت امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ سے تصفیہ طلب کیا۔ فقیہہ اعظم کا رہوار قلم ایسا حرکت میں آیا کہ میدانِ تحقیق میں سرپٹ دوڑتا ہی چلا گیا۔

نفس مسئلہ ابتداء میں یوں بیان فرمایا:۔ "فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں یہ جانور (کتا) سائر سباع کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین طاہر۔ یعنی مذہب صحیح اصح ومعتمد ومؤید بدلائل قرآن وحدیث ومختار ماخوذ للفتوی عند جمہور مشائخ القدیم والحدیث ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد دوم مطبوعہ میرٹھ صہ ۴۹)

اس کے بعد بقدر کفایت، احادیث سے دعویٰ کو ثابت کر کے میدانِ فقہ میں قدم رکھتے ہیں۔ فقہائے قدیم وجدید کی تصانیف سے پچاس متون وشروح، فتاویٰ ومختصر کی عبارتیں نقل فرماتے ہیں۔ ان عبارتوں کا تو یہ مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ ہاں ان کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) قدوری (۲) ہدایہ (۳) وقایہ (۴) نقایہ (۵) مختار (۶) کنز (۷) وافی (۸) اصلاح (۹) نور الایضاح (۱۰) ملتقی (۱۱) تنویر (۱۲) بحر الرائق (۱۳) غنیہ (۱۴) فتح اللہ المعین۔ (۱۵) کافی شرح وافی (۱۶) مستخلص الحقائق (۱۷) تبیین الحقائق (۱۸) مجمع الانہر (۱۹) جامع الرموز (۲۰) حاشیہ شرح مراقی (۲۱) حلیہ (۲۲) طحطاوی علی الدر (۲۳) تحفۃ الفقہاء (۲۴) محیط امام رضی الدین (۲۵) بدائع امام کاشانی (۲۶) غنیہ شرح منیہ (۲۷) صغیری (۲۸) تیسیر المقاصد۔

Marfat.com

(۲۹) حاشیہ طحطاویہ علی الدر (۳۰) التجنیس والمزید (۳۱) بزازیہ (۳۲) جامع صغیر (۳۳) نصاب (۳۴) مجموعہ علامہ النقروی (۳۵) قنیہ (۳۶) طریقہ محمدیہ (۳۷) مجمع الفتاوی (۳۸) وجیز (۳۹) خلاصہ (۴۰) شرح ہدایہ علامہ کاکی (۴۱) نہایہ (۴۲) عقد الفوائد (۴۳) شرح طحاوی لامام اسبیجابی (۴۴) ذخیرہ (۴۵) توشیح شرح ہدایہ (۴۶) تجرید (۴۷) عمدۃ المفتی (۴۸) مرقاۃ (۴۹) منحۃ الخالق اور (۵۰) نہر الفائق۔

(سبحان اللہ!) اسی لیے :ـ

حرم والوں نے ہو کر یک زبان، اعلان فرمایا

"علوم و معرفت میں آج کل سب سے سوا تم ہو" اختر

چونکہ اس مسئلے میں فقہا کے مابین اختلاف موجود ہے، لہٰذا فرق ثانی کی طرف توجہ فرمائی اور کشفِ حقائق و شرح دقائق کی غرض سے پہلے "سراج الوہاج" کی اس عبارت سے کلام شروع کیا، جو اس میں ذخیرہ سے، اس بارے میں منقول ہوئی ہے، یعنی "ان جلد الکلب نجس وشعرہ طاھر ھو المختار" ــــ یہی رائے فقیہ ابو اللیث سمرقندی اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ شرنبلالی، الدر ابو السعود اور نظم الدرر میں بھی اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار میں جو نظریہ ظاہر کیا، امام اہلسنت نے اسے نقل کر کے پانچ وجوہ سے اس پر بحث اور تنبیہ کی۔ پھر علامہ ابو السعید الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نقل کر کے اس پر بھی متعدد وجوہ سے بحث اور تنبیہ کی۔ بعدہٗ کتے کے نجس عین نہ ہونے کے دلائل کی سات وجوہ سے ترجیح ثابت کی۔

اولاً امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتا نجس عین نہیں بلکہ مثل سائر اسباع ہے۔ اور امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے تجنیس میں فرمایا ہے "الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال"۔

ثانیاً طہارت ہی قول اکثر ہے اور قول اکثر کے متعلق رد المحتار میں ہے "وقد صرحوا

بان العمل بما علیه الاکثر" اھ

ثالثاً یہی موافقِ احکام قرآن وحدیث ہے۔

رابعاً یہی من حیث الدلیل اقوی بلکہ قول تنجیس پر دلیل اصلاً ظاہر نہیں۔" وقد سمعت الغنیة لعدم الدلیل علیٰ نجاسة العین" اھ

خامساً اگر دلائل میں تعارض بھی ہو تو ترجیح اصل کو ہے اور تمام اشیاء میں اصل طہارت ہے۔

سادساً تیسیر اسی میں ہے اور فرمانِ رسالت جانب تیسیر ہے یعنی " یسروا ولا تعسروا" (احمد، بخاری، مسلم، نسائی)

سابعاً قائلان تنجیس کے اقوال خود مضطرب ہیں۔

## اضطراب قائلین تنجیس

۱۔ جس مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی کے مسائل الآسار میں ہے: " الصحیح من المذھب عندنا ان عین الکلب نجس"، اسی کے باب الحدیث میں ہے " جلد الکلب یطھر عندنا بالدباغ خلافا للحسن والشافعی لان عینه نجس عندھما ولکنا نقول الانتفاع به مباح حالة الاختیار فلو کان عینه نجسة لما ابیح الانتفاع به" اور اسی کی کتاب الصید میں ہے: " بھذا یتبین انه لیس بنجس العین"

۲۔ جس فتاویٰ ولوالجیہ میں مسئلہ تنجس ثوب بانتفاض کلب بیان کیا " قال فی البحر ولا یخفی ان ھذا علی القول بنجاسة عینه" اسی میں شامل تجنیس مسئلہ جواز صلاۃ مع قلادہ اسنان کلب بیان فرمایا " قال فی

Marfat.com

البحر ولا يخفى ان هذا كله على القول بطهارة عينه"۔

۳۔ جس ایضاح میں عبارت مبسوط شیخ الاسلام "فی روایۃ لا یطھر وھو الظاھر من المذھب" نقل کرکے خود اپنے متن اصلاح کے قول "الا جلد الخنزیر والآدمی" پر اعتراض فرمایا "الحصر المذکور علی خلاف الظاھر" اسی کی کتاب البیوع میں فرمایا: "صح بیع الکلب خلاف للشافعی لانہ نجس العین عندہ لا عندنا لانہ ینتفع بہ"

۴۔ جن درر وغرر میں وہ فرمایا تھا کہ "الکلب نجس العین" ان ہی کی بیوع میں ہے "صح بیع کل ذی ناب کالکلب لانہ مال متقوم الا الخنزیر لانہ نجس العین" اھ ملخصاً۔

۵۔ جس خزانۃ المفتین میں ہے "عینہ نجس" اسی میں ہے "سنہ لیس بنجس"

۶۔ جس خانیہ میں مسائل متقدمہ شعر وانتفاض فرمائے اور فرمایا "اذا مشی کلب علی الثلج یصیر الثلج نجسا وکذا الطین والردغۃ" اھ ملخصاً یہاں تک کہ حلیہ وغنیہ وبحر الرائق میں واقع ہوا "واللفظ للبحر اختار قاضی خاں فی الفتاوی نجاسۃ عینہ وفرع علیھا فروعاً" اسی خانیہ میں فرمایا "سنہ غیر نجس" اور فرمایا "لوصلی وفی عنقہ قلادۃ فیھا سن کلب او ذئب یجوز صلوتہ" اور فرمایا "ان کان فی کمہ ثعلب او جرو کلب لا تجوز صلوتہ لان سورہ لا یجوز بہ التوضؤ" بلکہ صاف واضح فرمادیا کہ اس کی نجاست عین کے یہ معنی ہیں کہ اس کا مادی نجاسات ہیں۔ لہٰذا اس کا بدن غالباً ناپاک ہوتا ہے۔ حیث قال "ینزح کل الماء اذا وقع فیھا کلب او خنزیر مات او لم

Marfat.com

یمت اصاب الماءفم الواقع اولم یصب اما الخنزیر فلان عینہ نجس والکلب کذٰلک وبھذا لو ابتل الکلب وانتفض فاصاب ثوبا اکثر من قدر الدرھم انسدہ لان ماوراء النجاسات وسائر السباع بمنزلۃ الکلب ؕ (اھ ملخصًا) اور اسی باب سے ہے عامہ کتب مذہب کا اتفاق کہ کلیہ "کل اھاب دبغ فقد طھر" سے سوا خنزیر کے کسی جانور کا استثنا نہیں فرماتے، فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ کسی کتاب میں یہاں "والکلب" بھی فرمایا ہو اگرچہ دوسری جگہ طہارت جلد کلب میں خلاف نقل کریں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم صہ۵۹)

Marfat.com

## ⑨

# کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

آ کچھ سنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع لذتِ سوزِ جگر کی ہے

صحیح احادیث کے مطابق کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع، بے ادبی اور خلافِ سنت ہے لیکن بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، ایک دفعہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مروی ہے۔ علمائے کرام نے اس کی تاویلیں کرتے ہوئے مختلف جواب دیے ہیں جو یکجا کرنے پر آٹھ بنتے ہیں۔ اُن جوابات پر امام اہلِ سنت و جماعت اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح ملاحظہ ہو۔

**جواب اوّل:** امام ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں اور ابن شاہین نے کتاب السنۃ میں کہا کہ حدیث اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث منسوخ ہے۔ امام عسقلانی اور علامہ عینی دونوں نے اس کا تعاقب کیا، وہ فرماتے ہیں: "الصواب انه غیر منسوخ زاد العینی لان کلا من عائشة وحذیفه رضی اللہ تعالیٰ عنهما اخبر بما شاهدهما"، امام اہلِ سنت نے اس تعاقب کا یوں جواب دیا۔ "معلوم ان حدیث حذیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه لم یکن فی اٰخر عمره صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وقد رأته ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنها واطلعت علی افعاله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الی یوم لحق اللہ عزوجل وانما یؤخذ بالاخر فالاخر من افعاله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم نکون کل اخبر بما شاهد

لا ینسخ النسخ اذا علمنا ان احدی الشاهدتین متاخرة مستمرة والحادی علی حکم النسخ ما صح من قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ من الجفاء وقد کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابعد الناس عنہ"

**جواب دوم:** امام عبدالعظیم زکی الدین منذری نے اس کی یہ توجیہ کی" قال العینی قال المنذری لعلہ کانت فی السباطۃ نجاسات رطبۃ وھی رخوۃ نخشی ان یتطایر علیہ قال العینی قیل فیہ نظر لان القائم اجدر بھذہ الخشیۃ من القاعد وقال الطحاوی لکون ذٰلک سھلا ینحدر فیہ البول فلا یرتد علی البائل" اھ

اس پر اعلیحضرت مجدد مأتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح ملاحظہ ہو" انما اتجہ ھذا علی المنذری لزیادۃ خشیۃ التطایر ولو قال کما قلت لسلم فقد تکون مجمع نجاسات رطبۃ لا یوجد معھا موضع جلوس ثم رأیت فی المرقاۃ قال قال السید جمال الدین قیل فعل ذٰلک لانہ لم یجد مکانا للقعود لامتلاء الموضع بالنجاسۃ" اھ فھذا ما ذکرت وھو الصواب فی الجواب۔

**جواب سوم:** یہ جواب علامہ ابہری نے یوں دیا: قال العینی قال بعضھم لانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یجد مکانا للقعود لکون الطرف الذی یلیہ من السباطۃ عالیا مرتفعا اھ وقال القاری فی المرقاۃ قال الابھری قیل کان ما یقابلہ من السباطۃ ومن خلفہ منحدرا مستفلا لو جلس مستقبل السباطۃ سقط الی خلفہ ولو جلس مستدبرا لھا بدا عورتہ للناس اھ۔ وقال بعد اسطر قیل فعل ذٰلک لانہ ان استدبر السباطۃ تبدو العورۃ للمارۃ وان استقبلھا خیف ان یقع علی ظھرہ

مع احتمال ارتداد البول الیہ" اھ

اس کی اصلاح امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یوں فرمائی **اقول اولاً** ۔ فی هذہ الزیادۃ ما علمت ان القائم اجد ربہ" **وثانیاً** ۔ لوکان ما یستقبلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منہا عالیاً مرتفعاً لم یکن ان یختارہ لہذا الارتداد البول ۔ قطعاً بل الصواب فیہ ما قال ابن حبان کما نقل عنہ فی فتح الباری انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یجد مکاناً یصلح للقعود فقام لکون الطرف الذی یلیہ من السباطۃ کان عالیاً فامن ان یرتد الیہ شیئ من بولہ ۔ اھ فجعل ما قام علیہ عالیاً وما یقابلہ منحدراً وجعلہ سبب الامن من ارتداد البول فانقلب الامر علی من نقل عنہ الا بھری فجعل ما قام علیہ منحدراً ما یقابلہ عالیاً وجعلہ سبب خوف السقوط فی القعود مع انہ کذلک فی القیام الا نادراً"

**فان قلت** ۔ ھذا یرد علی ابن حبان ایضاً اذ لا یظہر فرق فی مثلہ بین القیام والقعود لان الصبب اذا کان بحیث لا یستقر علیہ القاعد فکذا القائم

**اقول** ۔ بلی قد تکون کھیأۃ مثلث لہ حرف دقیق یستقر علیہ القائم اذا وضع علیہ وسط قدمیہ الاعتدال الثقل فی الجانبین بخلاف القاعد فانہ لا مستقر علیہ الا لقدمیہ وساقیہ وثقل سائر جسمہ لا حامل لہ"

**جواب چہارم** ۔ ذکرہ القاری عن زین العرب عن حجۃ الاسلام قال العینی قال الشافعی لما سئلہ حفص الفرد عن الفائدۃ فی بولہ قائماً العرب تستشفی لوجع الصلب بالبول قائماً فتری انہ کان بہ اذ ذاک اھ وفی فتح الباری روی عن الشافعی واحمد فذکر نحوہ قال العینی قلت یوضح ذلک حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ المذکور انفاً" اھ

Marfat.com

اس جواب پر امام اہلِ سنت نے یوں قدح فرمائی: "لا ادری ما ھذہ فاین فعل شیء الاستشفاء من مرض تصداً غیر مضطر الیہ من فعلہ مع عدم الاختیار لاجل الاضطرار"

**جواب پنجم:** زعم المازری فی کتاب العلم فعل ذالک لانہا حالۃ یؤمن فیہا خروج الحدث من السبیل الاٰخر بخلاف القعود و منہ قول عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ البول قائماً احصن للدبر"۔ اھ نقلہ فی العمدۃ زاد العسقلانی ففعل ذالک لکونہ قریباً من الدیار" اھ اس جواب پر اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ناپسندیدگی ملاحظہ ہو۔ **اقول:** "وانا تستبشع مثل ھذہ التعلیلات فی افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقد عصمہ اللہ تعالیٰ من کل ما یستھجن"

**جواب ششم:** قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائماً فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتیٰ حصرہ البول ولم یمکن التباعد کعادتہ واراد السباطۃ لدمنہا واقام حذیفۃ لیسترہ عن الناس" اھ

اس جواب پر امام اہلِ سنت کا اعتراض اور پھر اصلاح ملاحظہ ہو۔ **اقول** رای مساس لھذا بسببیۃ الفعل قائماً انما ھو وجہ لترکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الابعاد المعتاد لہ وفی ھذا ذکرہ فی فتح الباری فھذا یحتاج فی تسدیدہ الی ان یضم الیہ ما ذکرہ المارزی والا بطل کما یحتاج ما ذکرہ المازری فی تائیدہ الی ان یضم الیہ ھذا کما فعل ابن حجر والاضعف" (فتاوی رضویہ جلد دوم ص۱۳۳)

قارئین کے سامنے اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کی علم حدیث میں وسعت نظ[ر] ۔۔۔ انداز فکر

Marfat.com

اور تائیدِ ربانی کی ہلکی سی جھلک پیش کی ہے۔ مندرجہ بالا چند عبارتیں یہی کچھ دکھانے کی غرض سے نقل کی ہیں حالانکہ امام عسقلانی، علامہ عینی، امام عبدالعظیم زکی الدین منذری، علامہ ابہری اور مولانا علی قاری وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ مایۂ ناز اور سرمایۂ روزگار علمی ہستیاں ہیں جن پر اہلِ اسلام جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ لیکن ؎

درِ فیضِ حق بند جب تھا نہ اب کچھ
نفیر دل کی جھولی میں اب بھی ہے سب کچھ

Marfat.com

۱۰

# قوانین العلماء

ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہے، نماز سے پہلے یا بعد میں دوسرے کے پانی پر مطلع ہوا۔ اس مسئلے میں اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالے کی طرح ڈالی، جس کو "قوانین العلماء فی تیمم علم عند زید الماء" کے نام سے موسوم کیا۔ ۱۳۲۸ھ اس میں علمائے متقدمین و متاخرین کی تصانیف سے متعلقہ عبارتیں نقل کر کے، اُن کی آپس میں مطابقت اور مخالفت وغیرہ ظاہر کر کے ہر ایک پر مکمل بحث فرمائی اور صدہا ایسے امور کا اضافہ فرمایا، جن سے تمام مختصر اور مفصل فقہی کتابوں یعنی متون و شروح کا دامن خالی ہے۔

غرضیکہ فضل خدا و عطائے مصطفیٰ (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے امام اہل سنت نے میدانِ تحقیق میں وہ بے نظیر کمال دکھایا ہے کہ ایسے چھوٹے سے مسئلہ پر اتنا جامع اور مکمل و مدلل بیان، چشمِ فلک نے آج تک نہ دیکھا ہوگا ؎

مزین جس سے ہے تاجِ فضیلت، تاج والوں کی
وہ لعلِ پُرضیا تم ہو، وہ دُرِّ بے بہا تم ہو

اس مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے نظریات کی جو نشان دہی فرمائی گئی، اس کا بیان ضروری نظر آتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہے دوسرے کے پاس پانی ہے اس کے متعلق علمائے کرام نے کیا حکم دیا ہے؟ چنانچہ کافی، خانیہ، خزانۃ المفتین، نہایہ چلپی، خزانہ اور برجندی میں ہے: "لا یجوز التیمم قبل الطلب"، خواہ امید نہ تھی یا بعد نماز طلب کا جواب نفی میں ملا، کسی صورت کا استثنیٰ نہیں کیا۔

Marfat.com

علاوہ بریں امام صفا، قدوری، ہدایہ، تبیین، منیہ، غنیہ اور ہروی علی الکنز میں ہے:۔ صلی بالتیمم قبل الطلب لا یجزیہ" یہ اس سے بھی صریح تر بیان ہوا، اسی طرح، مبسوط، شرح وقایہ اور جواہر اخلاطی وغیرہ میں ہے "ان لم یطلب وصلی لم یجز و لفظ الجواھر شرع فی الصلوٰۃ قبل الطلب لا یجوز" یعنی پانی مانگے بغیر پڑھ لی تو نماز نہ ہوئی۔ مذکورہ احکام کہ نماز نہ ہوئی یا تیمم نہ ہوا، دونوں متحد ہیں کیونکہ تیمم نہ ہونے کی صورت میں بھی نماز نہ ہوئی۔ اسی طرح حلیہ میں ہے: "لا یصح التیمم الا بعد المنع"

لیکن صحیح، معتمد اور ظاہر الروایۃ وہ حکم ہے جو امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ پنجم کے تحت، زیادات، جامع کرخی، محیط سرخسی، خلاصہ، وجیز، شرح وقایہ، حلیہ، عالمگیریہ، بحر اور غنیہ کی عبارتوں سے ثابت کیا کہ بطلان نماز کا مذکورہ حکم صحیح نہیں کیونکہ صرف غلبۂ ظن عطا سے نہ تیمم باطل نہ نماز لیکن اگر بعد میں ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے تو تیمم و نماز دونوں صحیح و تام ہیں۔ اس صریح تعارض کی نشاندہی کر کے، مؤخر الذکر حکم کو بدلائل ترجیح دینا اور اوّل الذکر کی محققانہ اصلاح فرمانا، صرف اعلیحضرت ہی کا حصہ ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاءُ واللہ ذو الفضل العظیم

اس کے بعد اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء کے قوانین پیش فرمائے جو قابلِ اصلاح تھے، مثلاً:۔

۱۔ سب سے پہلے امام صدر الشریعۃ کا قانون پیش کیا اور اس پر تین وجہ سے کلام کیا۔

۲۔ پھر صاحب بحر الرائق کا قانون نقل کر کے اس پر گیارہ وجہ سے کلام کیا۔

۳۔ بعدہٗ علامہ حلبی کا قانون پیش کر کے اس پر نو وجہ سے کلام کیا۔

۴۔ آخر میں اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "قوانین رضوی" کے عنوان سے اپنا قانون پیش فرمایا کہ دنیائے اسلام کی مایۂ ناز علمی ہستیاں انگشت بدنداں رہ گئیں اور شکر خدا بجا لائے کہ ایسے عظیم الشان امام کے فیوض و برکات سے مستفید و مستفیض ہونے

Marfat.com

کا موقع ملا۔ اعلیحضرت نے اپنے اس قانون کو ۲۶۴ اقسام پر منقسم کیا یعنی مالبسوال عطا ۲۴ اور مابدونہٖ عطا ۳۰ تو مجموعہ عطا ۵۴ ہوا ۔۔۔ بالسوال وعدہ ۷۲ اور مابدونہٖ وعدہ ۹۶ تو مجموعہ وعدہ ۱۶۸ ہوا ۔۔۔ مالبسوال سکوت ۹۹ ۔ مالبسوال منع ۹۹ ۔ خاموشی مابدونہٖ ۶ ۔۔۔ جملہ اقسام کا مجموعہ ۲۶۴ ہوا ۔۔۔ ان سب کو بیس قاعدوں کے تحت دس اقسام میں محصور کر دکھایا۔ (سبحان اللہ)

پانی بغیر مانگے نماز پڑھ لی خواہ نہ ملنے کا ظن غالب یا ثمن موجود نہیں یا یاد نہ رہا یا بعد نماز مانگا یا پانی دینے والے نے خود پیش کش کی یا سوال پر انکار کر دیا یا سکوت کیا یا پانی دے دیا وغیرہ جملہ صورتوں کا شمار تیرہ سو اسی تک پہنچایا۔ اور ہر صورت کا صحیح، معتمد اور ظاہر الروایۃ حکم، کتب مذہب کی روشنی میں مدلل کیا۔ بعض فقہاء کی غلطیوں کی تصانیف کی روشنی میں سیکڑوں وہ صورتیں بیان فرمائی ہیں، جن کا بیان تک کسی بھی فقہی کتاب میں موجود نہیں ہے، پھر ان صورتوں کے شرعی احکام، علمائے متقدمین و متاخرین کی تصانیف سے ہی اخذ کر کے دکھا دیے۔

قدر جوہر بداند جوہری کے اصول کے تحت علمائے حرمین شریفین نے اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جن عظیم و جلیل خطابات سے نوازا تھا وہ مبالغہ نہیں ہیں بلکہ عین حقیقت ہے۔ آپ کے کمالات عالیہ کے پیش نظر قدماء علماء راسخین کی ارواح طیبہ بھی شاداں و فرحاں ہوں گی کیونکہ سبحان السبوح اور المعتمد المستند ایسی بلند پایہ کتب کے مصنف اور بیسیوں دیگر کتب و رسائل علم کلام کے محشی کا مقام، اول درجے کے متکلمین میں شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح فقہا کے زمرے میں آپ ایک مایۂ ناز اور عظیم ترین فقیہہ ہیں اور جہاں ممیزین، اصحاب ترجیح اور اصحاب تخریج کی جملہ صفات آپ کے اندر بدرجہ اتم نظر آ رہی ہیں، جیسا کہ ماہرین علم و فن پر واضح و روشن ہے، وہاں بعض صفات، مجتہدین فی المسائل اور مجتہدین فی المذہب کی بھی پائی جاتی ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کے بعض مسائل اور سائل پر معرکۃ الآراء ابحاث، اس دعویٰ پر برہان ساطع

Marfat.com

اور شاہد عادل ہیں۔ اسی لیے تو محافظ کتب حرم، علامہ سید اسمٰعیل بن خلیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "اگر امام ابو حنیفہ آپ (اعلیٰحضرت) کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل فرما لیتے۔" ؎

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

Marfat.com

(۱۱)

# الطلبۃ البدیعہ

اگر کوئی جنب ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے تو ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ مضر نہیں اور اس کے قابل پانی بھی موجود اور وقت بھی اس کی وسعت ہے لیکن اصلا وضو نہ کرے کیونکہ وہی تیمم جو جنابت کے لیے کریگا وہ حدث کے لیے بھی کافی ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اوّل ص۸۰۴)

امام صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ میں یوں فرمایا ہے: " اذا کان للجنب ما یکفی للوضوٴ لا للغسل تیمم ولا یجب علیہ التوضی عندنا خلافا للشافعی اما اذا کان مع الجنابۃ حدث یوجب الوضوٴ یجب علیہ الوضو فالتیمم للجنابۃ بالاتفاق واذا کان للمحدث ما یکفی لغسل بعض اعضائہ فالخلاف ثابت ایضا۔ اھ

چونکہ یہ عبارت ظاہر مذہب کے خلاف معلوم ہوتی ہے للہٰذا علمائے مابعد اپنی اپنی تصانیف میں اس پر بحث کرتے آئے ہیں۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بحث کا خاتمہ کرنے کی غرض سے، ایک رسالہ "الطلبۃ البدیعہ فی قول صدر الشریعۃ" کے نام سے لکھا اور بدائع[1] حلبی[2]، شامی[3]، ملک العلما[4]، کافی[5]، زیلعی[6]، فتح[7]، حلیہ[8]، بحر[9]، شرنبلالی[10]، چلپی[11] اور طحطاوی[12] وغیرہ کتب کتب کی روشنی میں ثابت کیا کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو اور غسل نہ کر سکتا ہو اور وضو کر سکے تو وضو بھی نہ کرے، دونوں کے لیے تیمم کافی ہے، احناف کا یہی مسلک ہے۔

امام اہل سنت نے اس دعویٰ پر سات دلائل قائم کیے اور انہیں تبیین الحقائق[1]، حلیہ[2]،

Marfat.com

اختیار، شرح مختار[3]، کنز الدقائق[4]، تنویر الابصار[5]، جواہر الفتاوی[6]، نوازل[7]، خزانۃ المفتین[8]، خلاصہ[9]، کافی[10]، غنیہ[11]، فتح القدیر[12]، شرح نقایہ[13]، برجندی[14]، بحر الرائق[15]، مبسوط[16]، بدائع[17]، درمختار[18] اور رد المحتار[19] وغیرہ بلکہ خود شرح وقایہ[20] کے متعدد حوالوں سے محققانہ انداز پر جو داد تحقیق دی اور جس جودت طبع کا مظاہرہ کیا وہ صرف اعلیحضرت ہی کا حصہ ہے۔

اس کے بعد مسلکِ احناف کی تائید میں بعض نصوص پیش کیے۔ پھر علمائے کرام نے اپنی تصانیف میں حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر جو کلام کیا یا تاویلات و توجیہات فرمائی ہیں ان کو نمبروار نقل کرکے ہر ایک فقیہہ کی بحث اور تاویل و توجیہہ پر تصریحاتِ علمائے کرام اور خود ان ہی کی تصانیف کی روشنی میں کلام کیا ہے۔

جناب مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی نے اسی قول صدر الشریعہ کی تردید کرتے ہوئے نرالی تحقیق پیش کی جس کا پچیس وجہ سے امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ نے رد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت صدر الشریعۃ کے مذکورہ قول کی صحیح تاویلات پیش کرکے، عبارت کو اس طرح شرح کیا کہ سرے سے کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہو۔

فقہائے کرام کے درمیان حضرت صدر الشریعہ کا مذکورہ قول ایک مدت سے موضوعِ بحث اور ناقابلِ قبول بنا ہوا تھا لیکن بارگاہِ رضوی سے اس کی وہ محققانہ شرح ہوئی کہ انگشت نمائی کی گنجائش ہی باقی نہ رہی۔ اس قول کے اجمال کی وہ تفصیل کی کہ اب یہ احناف کے مفتی بہ مسئلہ کے مطابق ہوگیا۔

اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ، خاص طور پر قابلِ غور ہیں "وھذا کما ترى بحمد اللہ تعالیٰ احق باسم الشرح من اسم التاویل اذ لیس فیہ صرف لفظ عن معناہ اصلا دانا اجعلہ ھدیۃ لروح الامام صدر الشریعۃ جعلہ اللہ تعالیٰ لاصلاح احوالی ومغفرۃ ذنوبی ذریعۃ" اھ

اس قول کے زیرِ بحث آنے سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے۔

Marfat.com

۱۔ اعلیحضرت کی خداداد علمیت، محققانہ شان اور تائید ربانی منظر عام پر آگئی۔

۲۔ مذکورہ بحث کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہوگیا۔

۳۔ مذکورہ مسئلہ کی بعض ایسی صورتیں مع احکام بھی مذکور ہوگئیں، جن کے بیان سے دیگر فقہی کتابوں کا دامن تہی ہے۔

۴۔ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جنابت وحدث کی حالت میں تیمم کرنے کی جملہ صورتوں کو سولہ مسائل کی صورت میں بطور خلاصہ بیان کر دیا جنہیں "ضابطہ رضوی" کے نام سے موسوم کرنا بے جا نہ ہوگا۔

Marfat.com

## (۱۲)

# مسئلہ لمعہ

جنب نے بدن کا کچھ حصہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی ختم ہوگیا، پھر حدث ہوا کہ موجبِ وضو ہے۔ اب جو پانی ملے اسے وضو اور رفعِ حدث میں صرف کرے یا بقیہ جنابت کے دھونے میں۔ یہ مسئلہ لمعہ ہے۔ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وہ تفصیلی تحقیق معہ حوالہ جات بیان فرمائی کہ فقہ کی کسی کتاب میں اس کا چوتھائی حصہ بھی نہیں ملے گا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

فقہ کی ہر ایک کتاب میں لمعہ کی صورتیں معہ احکام مندرج ہیں۔ سب سے زیادہ صورتیں شرح وقایہ کے اندر بیان ہوئی ہیں، جن کا شمار پندرہ[۱۵] ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے کرم سے امام اہل سنت کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے کی شکل میں ظاہر کیا، جنہوں نے علیحدہ علیحدہ گن کر لمعہ کی اٹھانویں صورتیں بیان فرمائیں اور ہر ایک صورت کا مدلل شرعی حکم واضح کیا۔ چونکہ بعض صورتوں کا حکم ایک ہی جیسا ہے، لہذا اٹھانویں صورتوں کے احکام کی تعداد تیس بیان فرمائی۔

اس مسئلہ میں فقہاء کے جو اختلافات و اضطرابات ہیں، متعلقہ عبارتیں نقل کرکے انہیں رفع کیا گیا پھر مصنف نے تمام فقہاء سے بہتر اور جامع، اپنا ضابطہ کلیہ بھی بیان کر دیا ہے علاوہ ازیں جب[۱] نجاستِ حکمیہ اور حقیقیہ کا اجتماع ہو جائے اور پانی صرف ایک کے لیے بقدرِ کفایت موجود ہو نیز جب[۲] حدث اکبر اور حدث اصغر دونوں کا اجتماع ہو جائے اور پانی اتنا ہے کہ صرف ایک حدث کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ان دونوں صورتوں سے متعلق

Marfat.com

عباراتِ علما نقل کر کے، اُن پر کلام کیا اور واضح فرمایا کہ اس مسئلہ میں ترجیح، محررِ مذہب، امام محمد رحمۃ اللہ کے قول کو ہے۔

آخر میں اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حقیقتِ واقعیہ کا یوں اظہار فرمایا ہے جو خاصہ غور طلب اور فکر انگیز ہے :۔

"الحمد للہ کتاب مستطاب "حسن التعمم لبیانِ حد التیمم" مسودہ فقیر سے اٹھارہ جزو سے زاید میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جس میں صد ہا وہ ابحاثِ جلیلہ ہیں کہ قطعاً طاقتِ فقیر سے بدرجہا وراء ہیں مگر فیضِ قدیر، عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے پاک ہوں ناخواستہ کہہ اٹھیں۔ ع

کم ترک الاول للاخر

کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآراء بحمدہٖ تعالیٰ کیسی خوبی وخوش اسلوبی سے طے ہوئے وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں ۔۔۔ بہر حال جو کچھ ہے ۔میری طاقت سے وراء اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف ورحیم کا ہے"!

(فتاویٰ رضویہ جلد اوّل ص۸۴۹)

Marfat.com

(۱۳)

# رقّت وسیلان

رقت وسیلان کی فقہی تعریف اور احکام کے بارے میں اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ "الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان" کے نام سے تحریر فرمایا۔ اس میں بھی تحقیق کے وہ نرالے جوہر دکھائے گئے ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کو زیر بار احسان کر کے دنیائے اسلام کے تمام اہلِ علم حضرات کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ اس مسئلے کا ایسا محققانہ تفصیلی اور جامع بیان دیگر کسی بھی فقہی کتاب میں موجود نہیں ہے۔

بخوفِ طوالت ذیل میں ہم صرف اُن امور کے عنوان ہی پیش کرتے ہیں جن پر اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاداتِ علمائے کرام کے تحت معرکۃ الآرار بحث کی ہے۔ معنیٰ طبیعت ــــــ پانی کی طبیعت، رقت وسیلان ہے ــــــ معنیٰ رقت وسیلان ــــــ مذکورہ امور پر بحث کرنے کے بعد وضاحت سے ثابت کیا کہ رقت دو قسم کی ہوتی ہے:۔
(۱) رقت بالفعل (۲) رقت بالقوۃ ــــــ پھر ان کے متعلق احکام پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

شرع میں جس حد کی رقت معتبر ہے اُس کے متعلق عبارات علماء تین قسم کی ہیں۔ آپ نے تین مقدمات پیش کر کے اُن عبارتوں کی محققانہ اصلاح فرمائی۔ مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت مسئلہ کی صورت کو واضح کیا یعنی:۔
رقیق بے جرم ہے اور کثیف ذی جرم ــــــ بے جرم سے مراد ــــــ تحقیق معنیٰ رقیق ــــــ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے رقیق کی جو بے مثل تعریف بیان کی اس سے علمائے کرام

Marfat.com

کی کتنی ہی عبارتوں کا اختلاف مٹ گیا غرضیکہ اس تعریف سے بیس[20] فائدے حاصل ہوئے ہیں جن کی تفصیل اصل رسالے میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

رقت کا کثافت میں تبدیل ہونا غلبۂ غیر سے ہوتا ہے لیکن —— غلبہ کس[1] امر میں مراد ہے —— غلبۂ اجزا[2] سے مراد —— مذکورہ معانی میں کس کو ترجیح ہے؟

ان عنوانات پر فادی[1]، برجندی[2]، امام عینی[3]، شرنبلالی[4]، مجمع الانہر[5]، درر[6]، شامی[7]، مسکین[8]، حموی[9]، ابی السعود[10]، غنیہ[11]، چلپی[12]، قہستانی[13]، بحر[14]، عنایہ[15]، طحطاوی[16]، عبدالحلیم[17]، حلیہ[18]، جوہرہ[19]، نیرہ، عنایہ[20] بنایہ[21]، غایۃ البیان[22]، ملتقی الابحر[23]، فرائد[24]، قرہ باغی[25]، منیہ[26] وغیرہ نیز امام اہل ضابطہ اور علامۃ الشراح کے ارشادات کی روشنی میں محققانہ فاضلانہ بحث فرمائی ہے۔

پھر دریافت کیا کہ: —— طبخ کی حقیقت کیا ہے؟ —— طبخ میں منع کس وجہ سے ہے؟ —— یہاں ہدایہ کی عبارت میں اعلیٰحضرت کے نزدیک قوی اشکال تھا اور اسے شارحین نے رفع نہیں کیا تھا، کفایہ[1]، درایہ[2]، بنایہ[3]، ابن الشلبی[4] اور درر وغیرہ کی روشنی میں اسے حل فرمایا گیا۔ طبخ کی حقیقت اور طبخ میں ممانعت پر قہستانی بحر نہر اور خلاصہ کی روشنی میں بے مثال تحقیق فرمائی، متون کے ارشادات، طبخ کے بارے میں نقل کر کے ان کا موازنہ کیا اور امام اہل سنت نے اُن ارشادات کی وہ تنقیح فرمائی جو آپ کے علمی تبحر کی روشن دلیل ہے۔

"غیر اوصاف" کے متعلق متون کی مراد بیان کرنے میں شروح کا اختلاف ہے۔ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شروح کے بیانات نقل کرنے کے بعد اُن کی اصلاح فرمائی اور متون کی اصل مراد ظاہر کی۔ ان بیانات کو مجمع الانہر[1]، فادی[2]، تبیین[3]، فتح[4]، نہایہ[5]، عنایہ[6]، بنایہ[7]، درایہ[8]، کفایہ[9]، غایہ[10]، سعدی[11]، جوہرہ[12]، حلیہ[13]، ابی السعود[14]، مسکین[15] کے مندرجات کی روشنی میں محققانہ انداز میں منقح کیا۔

اس کے ساتھ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ضابطہ پیش کیا اور جن فقہا نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

کے قول کو اختیار کیا ہے اُن کی وہ متعلقہ عبارتیں نقل کر کے اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تنقیح فرمائی ہے۔ دل تو چاہتا ہے کہ وہ عبارتیں نقل کر کے امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیحات پیش کردں لیکن طوالت کا خوف ایسا کرنے سے مانع ہے کیونکہ یہ بحث بڑے سائز کے دس صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۔ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ضابطہ کی توجیہہ پیش کرتے ہوئے اُن کے دلائل کا جواب دیا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مسلمہ مسائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ محرر مذہب کی بجائے یہاں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ضابطہ صحیح، معتمد اور مستند متون کا مفاد ہے۔

۲۔ امام اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ برجندی رحمۃ اللہ علیہ کا ضابطہ نقل کر کے اس پر انیس ۱۹ وجہ سے کلام کیا ہے۔

۳۔ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے ضابطہ پر چھتیس ۳۶ وجہ سے کلام کیا ہے۔

۴۔ امام زیلعی کی تبعیت میں بحرالرائق کے کلام پر چھبیس ۲۶ وجہ سے کلام کیا ہے۔

۵۔ اسی باب سے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام پر بارہ وجہ سے کلام کیا ہے۔

۶۔ آخر میں امام اہلِ سنت نے اپنا بے نظیر ضابطہ پیش کیا ہے جو ضابطۂ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور جمیع ضوابط کے جزئیات صحیحہ معتمدہ کا جامع ہے۔

امام زیلعی کے ضابطہ پر کلام کرنے سے پیشتر امام اہل سنت نے ادب و احترام کے ساتھ یوں عقیدت کا اظہار کیا ہے: "یہ فقیر حقیر غفرلہ الغفور القدیر، اکابر کے حضور زبان کھولنے کی کیا لیاقت رکھتا ہے مگر بحمد اللہ المولیٰ سبحانہ، و تعالیٰ جب دامن ائمہ مذہب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہاتھ میں ہو تو دل قوی ہوتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ جلد اوّل ص۵۲۶) نیز اپنا ضابطہ پیش کرنے سے پہلے، یوں ارشاد فرمایا "سبحان اللہ!

Marfat.com

فقیر یعنی کوئی شے ہے کہ احکام میں زبان کھول سکے۔ ماشاء اللہ ضابطہ وہی ضابطۂ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ باتباع علماء اس کے اجمال کو مفصل کر دیا۔ تفاصیل میں خدمت گاری کلام اکابر کے صدقہ سے جن تحقیقات کا اضافہ ہوا ان پر ابنائے تشقق کیا ہے۔ جملہ ضوابط صحیحہ مذکورہ کو ایک دائرہ کے احاطہ میں لیا ہے، اس نے بیان کو اظہر و اجمع و انور و انفع کر کے ضابطہ کے لیے خلعت جدت دیا ہے۔" (فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۵۳۶)

ے

نور چشم بو حنیفہ، اہل سنت کا امام

ہے مجدد اس صدی کا اور محقق لا کلام

# اظہارِ حقیقت

قارئین کرام! مندرجہ بالا مختصر و تعارفی سطور سے آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہوا کہ اعلیٰحضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت، مجدد مائۃ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ آسمان فقہ کے مہر درخشاں ہیں۔ ماہرین پر یہ امر بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگرچہ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ مجتہد نہیں بلکہ امام اعظم، سراج امت محمدیہ، ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے لیکن ان کے بعض فتوے تحقیق و تدقیق کے ایسے اعلیٰ مقام پر فائز ہیں، جن سے اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے۔

بعض نئے مسائل یا ایسے مسئلے جن پر تصانیف علمائے کرام کے متون و شروح میں تفصیلی بحث نہیں کی گئی، جب وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے تو اس شان سے داد تحقیق دی کہ تسبیح کے دانوں کی طرح دلائل کو ایک لڑی میں پروتے چلے گئے اور آپ کی تحقیقات کے مطالعہ کے دوران، واضح ہوتا ہے کہ جملہ مندرجات ہر وقت پیش نظر رہتے تھے اور حل طلب مسائل پر ان سب ہی کی روشنی میں تبصرہ اور بحث فرمائی جاتی تھی۔ جن مسائل یا دلائل میں فقہاء کا اختلاف ہے وہاں مدلل طور پر ایک کی اصلاح اور دوسرے کی ترجیح یا صحت کو ثابت

Marfat.com

کیا ہے۔

غرضیکہ جب اور جس مسئلہ میں، امام اہلِ سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم میدانِ تحقیق میں اترا، تو اس کی برق رفتاری اور سلامت روی کے پیشِ نظر آج بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجیب میں اجتہاد و استنباطِ مسائل کی پوری پوری قدرت تھی اور اس مقامِ رفیع پر متمکن ہونے کی ان میں بہت حد تک صلاحیت پائی جاتی تھی، اگرچہ من کل الوجوہ آپ مجتہد نہیں تھے اور نہ انہیں مجتہد ہونے کا دعویٰ تھا بلکہ وہ اجتہاد کے دروازے کو بالکل بند سمجھتے تھے ؎

مقتدائے اہلِ سنت، نیر برجِ ہدیٰ
افتخارِ دین و ایمان، حضرتِ احمد رضا

## مخالفین کا اعترافِ عظمت

۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں "مرکزی مجلس رضا لاہور" کی تحریک پر راقم نے یہ مقالہ لکھا تھا۔ اس میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) کا فقاہت میں علمی مقام بھی ان کی مایہ ناز فقہی تصانیف سے پیش کیا تھا کیونکہ اول الذکر کو دیوبندی حضرات "فقیہ النفس"، اور موخر الذکر کو مجدد و حکیم الامت بلکہ "جامع المجددین" تک قرار دیتے ہیں جو ان حضرات کی محض قصیدہ خوانی ہے۔

اعلیحضرت قدس سرہ کے یگانہ روزگار و مرکز دائرہ تحقیق ہونے کا جو مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور دیگر ممالک کے نامور معاصرین علمائے کرام نے اقرار کیا اسی سیکڑوں میں سے صرف تیس عبارتیں اس مقالے میں پیش کی گئی تھیں۔ علاوہ بریں اعلیحضرت نے جو بعض علمائے دیوبند کی تکفیر کی تھی اس موضوع پر بھی اصل عبارتوں کی روشنی میں بحث کی تھی لیکن مذکورہ بالا تینوں قسم کے بیانات کو اس مقالے سے خارج کر دیا گیا ہے اور یہ کام برادرم محمد عارف رضوی صدر

Marfat.com

مرکزی مجلس رضا لاہور کے ایما پر کیا گیا ہے۔

عرب و عجم کی یگانۂ روزگار علمی ہستیوں نے اعلیحضرت کے عظیم علمی مقام کو سراہا اور آپ کی توصیف میں رطب اللسان رہے جس کا عشر عشیر بھی آپ کے کسی معاصر کو نصیب نہیں ہوا اور یہ اعلیحضرت کے فضل و کمال کی بین دلیل ہے۔ مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کے شدید مخالفین بھی آپ کی علمی بصیرت، عشق رسول اور ایمان کامل کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے تو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے بلند ترین علمی مقام کے لیے مزید کسی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی لہذا " الفضل ما شهدت به الاعداء " کے مسلمہ اصول کے تحت، اب چند مخالفین کے بیانات ملاحظہ ہوں۔

## تھانوی صاحب کے بیانات

۱۔ "حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔"

(اسوۂ اکابر ص۱۵ ہفت روزہ چٹان لاہور، ۱۱ فروری ۱۹۶۲ء)

۲۔ "حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی صاحب کا قول ہے کہ کسی بریلوی ......... کو کافر نہ کہو اور نہ آپ نے کسی بریلوی کو کافر کہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی ایک بڑے جلسے سے خطاب کر رہے تھے، ابھی آپ نے تقریر شروع کی تھی کہ خبر ملی کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی انتقال کر گئے ہیں۔ تو آپ نے اسی وقت تقریر کو ختم کر دیا اور غمزدہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب سے ہمارا زندگی میں اختلاف رہا، لیکن ہم ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اسی وقت حکیم الامت تھانوی صاحب نے خود اور اہل جلسہ نے آپ کے ساتھ مولوی احمد رضا کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔" (ہفت روزہ چٹان، لاہور۔ ۷ دسمبر ۱۹۶۲ء)

Marfat.com

ے سامنے اُن کے نہ کہتے، مگر اب کہتے ہیں
لذتِ عشق گئی غیر کے مر جانے سے

۳۔ "حضرت والا (تھانوی صاحب) کا مذاق باوجود احتیاط فی المسلک کے اس قدر وسیع اور حسن ظن لیے ہوئے ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی ۔۔۔ کے کبھی بُرا بھلا کہنے والوں کے برابر بس دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد و مد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے اُن کی مخالفت کا سبب واقعی حبِ رسول ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ گستاخ سمجھتے ہوں۔"

(اشرف السوانح جلد اوّل صفحہ ۱۲۹)

۴۔ مولانا تھانوی نے فرمایا: میرے دل میں احمد رضا کے لیے بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بنا پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔"

(چٹان لاہور۔ ۲۳ر اپریل ۱۹۶۲ء)

## مولوی مرتضیٰ احسن دربھنگی کی رائے

۵۔ مدرسہ دیوبند کے سابق ناظم تعلیمات مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دربھنگی لکھتے ہیں اگر خان صاحب (اعلیحضرت) کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ اُن کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے، جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے عقاید کفریہ معلوم کر لیے اور وہ قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علماء اسلام پر مرزا صاحب اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا، اگر وہ مرزا اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں خواہ وہ لاہوری ہوں یا قدنی (قادیانی) وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ (اشد العذاب صفحہ ۱۳)

Marfat.com

## جماعت اسلامی کے نائب امیر کی رائے

٦۔ "مولانا غلام علی صاحب، نائب مولانا مودودی صاحب مدظلہ العالی نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابیں دیکھ کر مطالعہ فرمائیں، تو فرمایا ..... "درحقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں ہم لوگ سخت غلط فہمی میں رہے ہیں۔ اُن کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے اُن کے ہاں پائی ہے وہ بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔ مجھے تو ان سے سوائے مسئلہ تکفیر کے اور کسی مسئلے میں کوئی خاص اختلاف نہیں جتنے بھی اختلافات ہیں وہ بہت معمولی ہیں۔"

(ہفت روزہ شہاب لاہور۔ ٢٥ نومبر ٦٢ء)

## ماہنامہ معارف کا تبصرہ

فتاویٰ رضویہ جلد سوم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

٧۔ "مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنّف اور فقیہ تھے۔ انہوں نے چھوٹے بڑے سیکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ ان علمی کارناموں کے ساتھ ہزارہا فتووں کے جواب بھی انہوں نے دیئے ہیں۔ اُن کے بعض فتوے کئی کئی صفحے کے ہیں۔ فقہ اور حدیث پر اُن کی نظر بڑی وسیع ہے۔ دو جلدیں اس سے پہلے شائع ہو چکی ہیں۔ اَب تیسری جلد "سُنّی دارالاشاعت" مبارکپور اعظم گڑھ نے شائع کی ہے۔ اس جلد میں ٢٨٢ مسائل ہیں۔ اب ان کے فتاوٰی کی آٹھ جلدیں اور باقی ہیں (آٹھ نہیں بلکہ نو باقی ہیں۔ اختر) ان فتاوٰی میں بعض نئے پیدا شدہ مسائل

کے متعلق بھی فتوے ہیں جن کا جواب مولانا نے بڑی وسعتِ نظر سے دیا ہے بہر حال مولانا کے مخصوص خیالات سے قطع نظر، اُن کے فتاویٰ اس قابل ہیں کہ ان کا مطالعہ کیا جائے۔ ان سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔" (ماہنامہ معارف اعظم گڑھ بابت فروری ۱۹۶۲ء)

## معارف کا فتاویٰ رضویہ جلد چہارم پر تبصرہ

۸۔ "مولانا احمد رضا خاں بریلوی مرحوم اس دور کے صاحبِ علم و نظر علماء و مصنفین میں تھے۔ دینی علوم خصوصاً فقہ و حدیث پر اُن کی نظر وسیع اور گہری تھی۔ چند سال پہلے ان کے فتاویٰ کی تیسری جلد پر "معارف" میں تبصرہ شائع ہو چکا، یہ چوتھی جلد ہے جو جنائز زکوٰۃ، صوم اور حج کے متعلق تقریباً ساڑھے چار سو مسائل پر مشتمل ہے۔ ان ابواب کے متعلق مولانا کے بعض مستقل رسالے اور کئی کئی صفحے کے طویل فتوے بھی اس میں شامل ہیں۔

مولانا نے جس دقتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ جواب تحریر فرمائے ہیں اس سے اُن کی جامعیت، علمی بصیرت، فقہی جزرسی، استحضار، ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے.... مولانا کے تکفیری آراء و اقوال سے قطع نظر[۱] اُن کے یہ عالمانہ

---

[۱] اعلیٰحضرت نے جن چند لوگوں کی تکفیر کی تھی ان کے اخلاف اس حقیقت کو غلط انداز میں پیش کرتے ہیں اس موضوع پر ہمارے فاضل بزرگ مولانا علامہ غلام علی ارکاڑوی نے نہایت محققانہ کتاب لکھی ہے۔ اس لاجواب کتاب کو مرکزی مجلس رضا چھاپ رہی ہے۔ اس کی اشاعت سے اہل حق پر واضح ہو جائے گا کہ اعلیٰحضرت نے حکم تکفیر جاری کر کے حدودِ شریعت کی پاسبانی کی ہے اور اُن منکرین کے فتنے کا بھی سدِّ باب ہو جائے گا جو اعلیٰحضرت کے فتاویٰ کو "جذباتی" قرار دیتے ہیں اور انہیں صریح کفریہ عبارتوں میں صرف کفر کا "احتمال" نظر آتا ہے۔ (محمد عارف رضوی)

Marfat.com

دمحققانہ فتادے، مخالف وموافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔ اس ضخیم مجموعہ کی اشاعت پر ناشر مبارکباد کے مستحق ہیں۔" (معارف ستمبر ۱۹۶۹ء)

بخوفِ طوالت یہاں صرف آٹھ شہادتیں پیش کی ہیں۔ انہیں اعلیحضرت علیہ الرحمہ کی کرامت شمار کیجیے یا آپ کے بلند پایہ اور محققانہ علمی کارناموں کی افادیت کا کرشمہ کہ مخالفین بھی ایسے بیانات دینے پر مجبور ہو گئے۔ کیوں نہ ہو جبکہ دیگر جماعتوں کے علما کے فتادے بھی موجود ہیں لیکن فتاویٰ رضویہ اور ان تصانیف میں بلحاظ علمیت اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ آفتاب، اور ستاروں کی نورانیت میں۔ مگر بعض مفتیوں کا حنفیت سے بغاوت کرنا الگ بات رہی ہے۔

اعلیحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کا نام نامی واسم گرامی ان کے جاندار اور محققانہ علمی کارناموں کی وجہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اعلیحضرت کی جملہ غیر مطبوعہ تصانیف کو شائع کیا جائے۔

حضرت سید محمد معصوم شاہ صاحب سجادہ نشین چک سادہ شریف، اللہ تعالیٰ ان کو بلند مراتب عطا کرے کہ انہوں نے لاہور میں دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے قریب نوری کتب خانہ قائم کیا اور اپنی بساط کے مطابق اعلیحضرت کی اکثر تصانیف کو شائع کرایا۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی والے آج کل اعلحضرت اور دیگر علمائے اہل سنت کی تصانیف کو معیاری انداز پر شائع کر رہے ہیں۔ باری تعالیٰ شانہٗ انہیں اس سے بھی زیادہ توفیق دے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی حضرات کچھ کام کر دکھانے کے عزائم لے کر اس میدان میں کود چکے ہیں۔ مرکزی مجلس رضا لاہور کی کارگزاریاں بھی قابل صد ستائش ہیں۔

جناب مولانا عبدالحکیم شرف لاہوری صدر مدرس دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) صوبہ سرحد میں بطریق احسن اعلیحضرت کے علوم کی اشاعت کر رہے ہیں۔ (جزاہم اللہ) اہل سنت کو ان جملہ اداروں سے تعاون کرنا چاہیے تاکہ یہ علمائے اہل سنت اور

Marfat.com

اعلیحضرت کی زیادہ سے زیادہ تصانیف کو منظر عام پر لاسکیں۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

۲۴ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ
مطابق ۱۲ مئی ۱۹۶۹ء

عبد الحکیم خاں اختر
شاہجہانپوری مظہری
لاہور

Marfat.com

*

# فیضِ رضا پائندہ باد

اعلیحضرت قدس سرہٗ کا پچاسواں یوم "مرکزی مجلس رضا لاہور" نے برکت علی ہال میں منایا، اس مقدس تقریب کے مرتع پر، صاحب یوم کے متعلق، احقر نے اپنے تاثرات کو درج ذیل اشعار میں مرکوز کیا نیز مقطع میں اس عرس کی تاریخ بھی کہی ہے

اوجِ مہرِ حضرت احمد رضا پائندہ باد
ضو فشاں ہے لمعۂ شمعِ ہدایٰ پائندہ باد

وارثِ علمِ پیمبر، نائبِ غوث الوریٰ
محیِ دین و فخرِ ملت، مرحبا پائندہ باد

اے علمبردارِ حق، اے ناصرِ دینِ متین
اے فدا کارِ محمد مصطفیٰ پائندہ باد

ترجمہ قرآں کا لکھ کر کنزِ ایماں کر دیا
اے مفسر! واقفِ رازِ خدا پائندہ باد

شرحِ فقہِ بو حنیفہ ہے فتاویٰ آپ کا
ہے یہ فضلِ حق، نبی کی ہے عطا پائندہ باد

علم و عرفاں کے خزائن ہیں رسائل آپ کے
نورِ ایماں سب کے اندر بھر دیا پائندہ باد

مصطفیٰ کی آن پر سب کچھ کیا تم نے نثار
ہو گئے مشہور عبدالمصطفیٰ پائندہ باد

Marfat.com

علم وعرفاں، جانِ ایماں ہے فقط حُبِّ نبی
تیرا یہ فرمان دل میں بس گیا پائندہ باد

تیرے مرقد پر رہیں انوارِ حق جلوہ فشاں
تونے جو پُر نور عالم کر دیا پائندہ باد

سو رہے ہیں اہلِ سنت سیّدی احمد رضا
ان کے حق میں کر دعا بہرِ خدا پائندہ باد

**کلکِ اختؔر کی کرشمہ کاریوں کو دیکھ کر**
**کہتے ہیں اہلِ نظر فیضِ رضا پائندہ باد**
۹۰ ھ ۱۳

اختؔر شاہجہان پوری مظہری لاہور

# نذرِ عقیدت

امامِ اہلِ سنت کون ہے؟ میرے شہا تم ہو!
یہ بیڑہ سُنیوں کا اور اس کے ناخدا تم ہو

وہ جس کی ذات پر ہے فخر اگلوں اور پچھلوں کو
بفضلِ حق اسی حقانیت کے راہنما تم ہو

وہ توحید و رسالت کے معانی جس نے سمجھائے
حصارِ دین و ملت، ہادیٔ راہِ ہدیٰ تم ہو

محافظ تھا جو ناموسِ رسالت کا زمانہ میں
جسے یہ فخر تھا کہ ہوں میں عبد المصطفےٰ تم ہو

وہی جو عظمتِ ختم الرسل کا پاسباں ٹھہرا
غریقِ بحرِ الفت، عاشقِ نورِ خدا تم ہو

قبولیت ملی ہے جس کو دربارِ رسالت میں
رضائے احمدِ مختار یا احمد رضا تم ہو

کیا اسلام زندہ جس محی الدین ثانی نے
مسلمانوں کا تھا اس دور میں جو آسرا تم ہو

کمالاتِ غزالی اور رازی کا مرقع ہو!
سیوطی اور محقق دہلوی کا آئینہ تم ہو

علومِ ابنِ عربی، سوزِ رومی، عشقِ جامی بھی!
سمایا جس کے سینے میں وہ قطب الاولیا تم ہو

شریعت میں امامت کا رہا سہرا تمہارے سر
جو ہے اہلِ طریقت کے لیے قبلہ نما تم ہو

Marfat.com

امامِ بوحنیفہ کے ادھر نورِ نظر ٹھہرے!
طریقت میں اُدھر بھی نائبِ غوث الوریٰ تم ہو

حرم والوں نے ہو کر یک زباں اعلان فرمایا
علوم و معرفت میں آج کل سب سے سوا تم ہو

وہ جس کے زہد و تقویٰ کو سراہا شان والوں نے
کہا یوں پیشواؤں نے ہمارے پیشوا تم ہو

حقیقت ہے ملے ہیں دین دایماں آپ کے گھر سے
شریعت کے محافظ، اے شہ احمد رضا تم ہو

تمہیں تو قافلہ سالار ہو نوری جماعت کے
ہدایت کی کسوٹی دورِ حاضر میں شہا تم ہو

حدائق جس نے بخشش کے بسائے حُبِّ نبوی سے
مدینے کا وہ بلبل، طوطیِ نغمہ سرا تم ہو

عمائدِ کفر کے جس نے سرِ میدان پچھاڑے تھے
علمبردارِ شانِ مصطفیٰ شیرِ خدا تم ہو

کہ بارہ سو چھیاسی سن سے لے کر آخری دم تک ۱۲۸۶ھ
جو چوّن سال مذہب کی حمایت میں رہا تم ہو

ہدایت کے تمہیں اس دور میں ہو نیّرِ تاباں
ہے یہ بے نورِ اختؔر اس میں بھی جلوہ نما تم ہو

(اختؔر شاہجہاں پوری لاہور)

Marfat.com

*

# قطعۂ تاریخ طباعت طبع اوّل

## نتیجۂ فکر

جناب مولانا سیّد شریف احمد شرافتؔ نوشاہی مدظلہ،
سجادہ نشین ساہن پال شریف (گجرات)

### شعر

بحمد اللہ ایں نسخہ پر ضیا !
مکمل شد از لطفِ ذاتِ خدا

باحوال حضرت امام زماں
کہ احمد رضا نامِ او خوشنوا

مجدّد بشرعِ رسالت مآب
بعلمِ تصوّف شدہ مقتدا

بفقہِ حنیفی مقامش بلند
بدینِ نبی بود فرّخ لقا !

بہ تبلیغ و تعلیم او ہر کسے
منوّر شدہ از علومِ ہدا

زتالیفِ عالی شہیر جہاں
زہے مولوی اخترِ باصفا

کہ در شاہجہانپور شدہ مولدش
بلاہور ہم فیضِ او بے بہا

زسالِ طباعت شرافتؔ چو جست
ندا شد ز ہاتف "شمیمِ رضا"

۱۳۹۱ھ

*

# قطعۂ تاریخ طباعت اوّل

## نتیجہ فکر

جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا مدظلہٗ مدیر اعلےٰ "مہروماہ"، لاہور

"فقہی مقام" ایسی ہے تصنیف دل پذیر
عشقِ نبی کا جس سے ہو پیدا دلوں میں جوش

انوارِ حق و ظلمتِ باطل کا فرق عین
ہے شمعِ حق نما کہ یہ تنویرِ حق نیوش

اختر کے علم و فضل کا شہکار یہ کتاب
متمتع اس سے ہوگا ہر اک اہل ہوش و گوش

سالِ طباعت اِس کا زروئے امام عصر
فیض متین فدا سے ہے گویا ہوا سروش

+۱ = ۱۳۹۱ھ

Marfat.com

# فہرست تصانیف

(اختر شاہجہان پوری کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف و تراجم)

## ۱۔ مطبوعہ تصانیف

۱۔ حقانیت اسلام (شائع کردہ، ادارہ سواد اعظم، لاہور ۱۹۶۴ء) نایاب

۲۔ اعلیحضرت کا فقہی مقام ( " مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۹۷۱ء) "

۳۔ تجلیات امام ربانی ( " مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۷۸ء) ۳۶ روپے

۴۔ اعلیحضرت کی تاریخ گوئی ( " مکتبہ حامدیہ ، " ) زیر طبع

## ۲۔ مطبوعہ تراجم

۵۔ ترجمہ جواہر البحار، جلد اوّل (مکتبہ حامدیہ، گنج بخش روڈ، لاہور ۱۹۷۴ء) ۴۰ روپے

۶۔ ترجمہ الشفاء، جلد اوّل ( مکتبہ نبویہ " ۱۹۷۹ء) ۳۶ روپے

۷۔ ترجمہ بخاری شریف جلد اوّل (حامد اینڈ کمپنی، اردو بازار لاہور ۱۹۸۲ء)

۸۔ " جلد دوم ( " " " ) روپے

۹۔ " جلد سوم ( " " " )

Marfat.com

۱۰۔ ترجمہ و تحشیہ، مؤطا امام مالک، جلد اوّل (فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور ۱۹۸۳ء)
۱۱۔ 〃 〃 جلد دوم ( 〃 〃 〃 ) } روپے

۱۲۔ ترجمہ سنن ابنِ ماجہ، جلد اوّل ( 〃 〃 ۱۹۸۴ء)
۱۳۔ 〃 〃 جلد دوم ( 〃 〃 〃 ) } روپے

۱۴۔ ترجمہ و تحشیہ، سنن ابوداؤد، جلد اوّل ( 〃 〃 زیرِ طبع )
۱۵۔ 〃 〃 جلد دوم ( 〃 〃 〃 〃 )
۱۶۔ 〃 〃 جلد سوم ( 〃 〃 〃 〃 ) } روپے

۱۷۔ ترجمہ و تحشیہ، دار المعارف (نوری کتب خانہ زیرِ سایہ دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور) ۳۰ روپے

## ۳۔ غیر مطبوعہ تصانیف

۱۸۔ فاروقِ اعظم (تاریخی نام ہے، یہ تذکرہ ۱۳۹۸ھ میں لکھا گیا)
۱۹۔ مہرِ درخشاں (حضرت مجدد الف ثانی کا تفصیلی تذکرہ جو ۱۴۰۰ھ میں لکھا گیا)
۲۰۔ عظیم الشان (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا 〃 〃 ۱۴۰۱ھ 〃 〃 )
۲۱۔ ثانی اثنین ابوبکر (یارِ غارِ رسول کا 〃 〃 ۱۴۰۳ھ 〃 〃 )
۲۲۔ کھلا خط (اکابر دیوبند کی تکفیر کا عام فہم علمی تجزیہ)
۲۳۔ مودودیت کا تحقیقی جائزہ (نفسِ مضمون ظاہر ہے)
۲۴۔ تقویۃ الایمان کا ( 〃 〃 〃 )
۲۵۔ صحابہ کرام مودودی صاحب کی نظر میں ( 〃 〃 )
۲۶۔ دوسرا زلزلہ (دیوبندی عقائد و نظریات تاریخ کے آئینے میں)
۲۷۔ مظہرِ شریعت (فقہی مسائل کا جدید ترین مجموعہ)
۲۸۔ مظہر البیان فی علوم القرآن (قرآن کریم سے متعلقہ معلومات کا جدید ذخیرہ)

Marfat.com

۲۹۔ تجلیات مظہر اللہ (حضرت مرشدی و مولائی کا تذکرہ)
۳۰۔ قرآنی عقائد و نظریات (نفسِ مضمون ظاہر ہے)
۳۱۔ قرآنِ مجید کا ضابطہ عبادات ( " " " )
۳۲۔ قرآنِ مجید کا ضابطہ معاملات ( " " " )
۳۳۔ قرآنِ مجید کا ضابطہ اخلاقیات ( " " " )
۳۴۔ قرآنِ مجید کا ضابطہ تکفیر ( " " " )
۳۵۔ مسلمانوں کی اصلی جماعت ( " " " )
۳۶۔ دوقومی نظریہ کیا ہے؟ ( " " " )
۳۷۔ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللہ بنانا ( " " " )
۳۸۔ مجدّدی عقائد و نظریات ( " " " )
۳۹۔ صحابہ کرام حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں (نفسِ مضمون ظاہر ہے)
۴۰۔ معجزات کا توحید و شرک سے تعلق ( " " " )
۴۱۔ بشریت انبیائے کرام ( " " " )
۴۲۔ دِلّی سے بالاکوٹ تک (سید احمد اینڈ کمپنی کی تحریک جہاد کیا تھی)
۴۳۔ عرفانِ رضا (احقر کے بعض دیباچوں کا مجموعہ)
۴۴۔ ایک طائرانہ نظر (قرآن مجید کے اُردو ترجموں پر)
۴۵۔ " (کتب احادیث کے اردو ترجموں پر)
۴۶۔ تجلیاتِ احادیث (بعض ایمان افروز احادیث مع ضروری تشریحات)
۴۷۔ امامِ زمانہ (امام احمد رضا خاں کی انفرادیت)
۴۸۔ امام احمد رضا کا معتدل مسلک (نفسِ مضمون ظاہر ہے)
۴۹۔ امام احمد رضا خاں اور مسئلہ بدعت ( " " " )

Marfat.com

۵۰۔ چودھویں صدی کا مجدد (امام احمد رضا کے مجدد ہونے پر ناقابلِ تردید دلائل)

۵۱۔ چودھویں صدی کا فقیہ اعظم (امام احمد رضا کے فقیہ اعظم ہونے کے علمی شواہد)

۵۲۔ بلبلِ باغِ رسول (نعت گوئی میں امام احمد رضا کی انفرادیت)

۵۳۔ پروانہ شمع رسالت یا پیکرِ عشقِ رسول (امام احمد رضا کا بے مثال عاشقِ رسول ہونا)

۵۴۔ فردوسِ احمد رضا (نعت گوئی میں مقامِ رضا)

۵۵۔ ابرِ بخشش (پانچ بزرگوں کا اردو نعتیہ کلام)

۵۶۔ دیوبندیوں کے خوابوں کی دنیا (نفسِ مضمون ظاہر ہے)

۵۷۔ دیوبندیوں کا ریڈیو گپستان ( " " " )

۵۸۔ علمائے دیوبند کی باہمی جوتم بیزار ( " " " )

۵۹۔ روافض کی اسلام اور مسلمانوں پر مہربانیاں۔ (نفس مضمون ظاہر ہے)

۶۰۔ موجودہ عیسائی اور بائیبل ( " " " )

## ۴۔ غیر مطبوعہ تراجم

۶۱۔ ترجمہ الاصول الاربعہ (مصنفہ مولانا حسن جان سرہندی)

۶۲۔ ترجمہ وتحشیہ شفاء السقام (مصنفہ امام تقی الدین سبکی)

۶۳۔ ترجمہ رسالہ تہلیلیہ (مصنفہ حضرت مجدد الف ثانی)

۶۴۔ " اثبات النبوۃ ( " " " )

Marfat.com

۶۵۔ ترجمہ مبدا و معاد (مصنفہ حضرت مجدد الف ثانی)

۶۶۔ 〃 معارف لدنیہ ( 〃 〃 〃 )

۶۷۔ 〃 کوائف مذہب شیعہ ( 〃 〃 〃 )

۶۸۔ 〃 شرح رباعیات ( 〃 〃 〃 )

۶۹۔ 〃 مکاشفات عینیہ ( 〃 〃 〃 )

۷۰۔ 〃 فتوح الغیب (ملفوظات غوثِ اعظم جیلانی)

Marfat.com

مُنیرُ العَینْ فی حُکمِ تقبیلِ الاِبہامَین

۱۳۰۱ھ

# انگوٹھے چومنے

اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ

قیمت /۱۵ روپے

فرید بُک سٹال ۳۸۔ اُردو بازار لاہور۲

Marfat.com

اہل اسلام، اہل حق، اہل سُنّت وجماعت
کے سچے معتقدات کے بیان وتبیان پر مشتمل

# دس۱۰ عقیدے

یعنی

رسالہ مبارکہ نافعہ

اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب

۱۲۹۸ھ

تصنیف لطیف

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، مؤید ملت طاہرہ اعلیٰحضرت مولنا الشاہ
احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ وافاض علینا نورہ

ترتیب وتزیین

خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی المارہری

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com

# تجلی الیقین

## بان نبینا سید المرسلین

اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

قیمت ۹/ روپے

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور ۲

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَن یُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَن تَوَلّٰی فَمَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ حَفِیْظًا (القرآن)

جس نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے بھی آپ کو ان کا نگہبان (ذمہ دار) بنا کر نہیں بھیجا

# سُنَنِ ابوداؤد شریف

(مُتَرجَم)

تصنیف

## امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی قدس سرہٗ

۲۰۲ھ — ۲۷۵ھ

۸۱۷ء — ۸۸۹ء

ترجمہ و فوائد

مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری مدظلہ

(مترجم صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک)

تقسیم کار

قیمت مکمل سیٹ تین جلدیں -/۳۰۰

فرید بُک سٹال ○ ۴۰ اردو بازار۔ لاہور ۲ پاکستان

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (القرآن)

جس نے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے بھی آپ کو ان کا نگہبان (ذمہ دار) بنا کر نہیں بھیجا

# سُنَنِ ابُوداؤد شریف

## (مُترجَم)

تصنیف

### امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی قدس سرہٗ

٢٠٢ھ ——— ٢٧٥ھ

٨١٧ء ——— ٨٨٩ء

ترجمہ و فوائد

### مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری مدظلہٗ

(مترجم صحیح بخاری، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک۔)

تقسیم کار

قیمت مکمل سیٹ تین جلدیں -/٣٠٠

فرید بُک سٹال ○ ٤٠ اُردو بازار۔ لاہور ٢ پاکستان

Marfat.com